وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ

جامعہ عثمانیہ پشاور کا ترجمان

ماہنامہ

العصر

پشاور پاکستان

مارچ ۱۹۹۹ء ذی القعدہ ۱۴۱۹ء

مدیر مسئول

مفتی غلام الرحمٰن

Scanned with CamScanner

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

جامعہ عثمانیہ پشاور کا ترجمان

ماہنامہ العصر پشاور

مجلس ادارت
مدیر مسئول
مفتی غلام الرحمن
نائب مدیر
مولانا ذاکر حسن نعمانی

مجلس مشاورت
مولانا حسین احمد
مفتی نجم الرحمن

قانونی مشیر
جناب نثار خان ایڈووکیٹ

جلد نمبر ۵ شمارہ ۳

رابطہ فون دفتر نمبر
۰۹۱-۲۷۳۵۶۱
پوسٹ بکس نمبر ۱۲۰۹ پشاور صدر - صوبہ سرحد پاکستان

مارچ ۱۹۹۹ء ذی القعدہ ۱۴۱۹ھ

زیر سرپرستی حضرت مولانا سید شیر علی شاہ زید مجدھم حضرت مولانا حکیم لطف الرحمن صاحب زید مجدھم

قیمت -/10 روپے

فہرست مضامین

مدارس عربیہ کا کردار	اداریہ	۲
دار الافتاء	مفتی غلام الرحمن	۵
ترغیب الاضحیہ	مولانا اشرف علی تھانوی	۸
طالب علم کا تشخص	عنایت الرحمن	۲۳
فضائل و احکام عید الاضحیٰ	مولانا زین العابدین	۲۷
اجتماعی ملکیت کے اصول و قواعد	ڈاکٹر نصیر احمد	۳۳
اہل مدارس کے نام	وفاق المدارس	۴۲
اخبار الجامعہ	مولانا تمہید اللہ	۴۵

پبلشر و دفتر: مفتی غلام الرحمان نے وحدت پرنٹنگ پریس خیبر بازار پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ العصر جامعہ عثمانیہ عثمانیہ کالونی لوخپ روڈ پشاور صدر سے شائع کیا

العصر اور آپ کی ذمہ داری

جن حضرات کی رکنیت کا ایک سال پورا ہو رہا ہے۔ ان سے درخواست ہے کہ نئے سال کے لئے اپنا چندہ مبلغ =/ روپے) سالانہ مقامی نمائندگان کے ذریعہ یا بذریعہ منی آرڈر دفتر ماہنامہ العصر کو بھیج دیں تاکہ اس کمر توڑ منگائی۔ ناموافق فضا اور ابتدائی حالات کے ہوتے ہوئے العصر اپنا خوشگوار سفر جاری و ساری رکھ سکے۔

چندہ کے اختتام پر اطلاع دینے کے باوجود کسی رکن کی طرف سے زرتعاون موصول نہ ہونے پر (وی۔ پی) بھیجا جائے گا۔ جس کا وصول کرنا رکن کا اخلاقی اور مذہبی فریضہ ہے۔

ادارہ العصر کے نمائندگان حضرات

1- خان بادشاہ :- سٹور سپروائزر چراٹ سیمنٹ فیکٹری پوسٹ بکس 28 ضلع نوشہرہ
2- مولانا فصیح الرحمان صاحب :- A/229 بلاک اے شیر شاہ کالونی کراچی 28
3- مولانا مفتی محمد کمیل :- منیر برادرز نیو روڈ منگورہ سوات
4- مولانا ضیاء الرحمان :- حبیب جنرل سٹور جان مارکیٹ دوبندی بازار جہانگیرہ ضلع نوشہرہ
5- شاہ نواز صاحب :- گاؤں بانڈہ منیر خان ڈاک خانہ سرائے نعمت خان ضلع ہری پور ہزارہ
6- حمید خان و ظاہر شاہ :- پاکستان ٹوبیکو کمپنی اکوڑہ خٹک ریڈ شفٹ خوشحال گروپ ضلع نوشہرہ۔
7- مولانا شمشاد علی صاحب :- ناظم اعلیٰ دار العلوم سعیدیہ لوگی ضلع مانسہرہ۔
8- قاضی محمد طیب :- مقام عمرزئی ضلع چارسدہ
9- جناب غنی الرحمان :- غنی فوٹو سٹیٹ مال روڈ مردان
10- مولانا خلیل اللہ حقانی :- مقام روپ کنی تحصیل الائی ضلع بٹ گرام
11- مولانا خواجہ عبد الماجد صدیقی :- خانیوال ایک مینار والی مسجد
12- مولانا مفتی محمد زرین شاکر خطیب جامع مسجد صدیق اکبر محلہ پٹھان خیر آباد
13- حاجی محمد حسین - حسین انٹرپرائزز ڈھیری باغبانان پشاور
14- مفتی دلبر شاہ - مدرسہ عربیہ اظہار الاسلام پنڈی روڈ چکوال
15- قاری ولی اللہ - خطیب (پی ٹی وی) پشاور

صدائے عصر

مدیر مسئول

مدارس عربیہ کا کردار

اسلامی تاریخ کے حوالے سے جہاں کہیں مسلمانوں نے مسجد کی ضرورت محسو[س] کی تو اسلامی مدرسہ اس کا لازمی حصہ رہا۔ چنانچہ مسجد نبوی کی بنیاد جب رکھی گئی تو "صف[ہ]" یعنی اسلامی علوم کا اولین ادارہ بھی معرض وجود میں آیا۔ جس سے اسلام کے نامور [illegible] سالار اور دنیا کو عدل و انصاف کا سبق دینے والے نکلے۔ چونکہ اسلامی ثقافت اور دینی اق[illegible] کے تحفظ کی ذمہ داری مدارس عربیہ نے اٹھائی اس لئے دشمنان اسلام نے کبھی بھی مدار[س] کو تحسین کی نظر سے دیکھنا گوارا نہیں کیا۔

مدرسہ کسی فلک بوس عمارت کا نام نہیں اور نہ کسی پختہ آبادی کا محتاج ہے ب[illegible] جہاں کہیں مسجد کے کسی ستون کے ساتھ بیٹھنے کا موقع ملا تو بوریہ نشین عالم نے تکیہ لگا[illegible] چلتا پھرتا مدرسہ قائم کیا اور اگر کہیں مسجد میں بھی جگہ نہ ملی تو کھلے میدان میں کسی درخ[ت] کے سائے میں بیٹھ کر علماء نے عملی مدارس قائم کئے۔ "اسلامی مدارس" کا ایک جد[illegible] تشخص ہے جس میں خود اعتمادی' عزم و استقلال اور غیرت کی حسین تصویر جھلک رہی ہے۔ مدارس کے علماء نے حکومتوں کے القابات و نوازشات سے قطع نظر کرکے محض "خادم[illegible]" کا لقب اپنا اعزاز سمجھا۔ چنانچہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ وقت کے شیخ الاسلام کو لوگوں نے [illegible] یزید کی فہرست میں لکھوا کر تعصب اور دین دشمنی کا ثبوت دیا لیکن علماء اس سے کبھی دو دل نہ ہوئے۔

مدرسہ کا تعلق کام سے ہے نام سے نہیں۔ اس لئے بڑے بڑے فعال م[illegible] اگرچہ عوام کی نظروں سے اوجھل رہیں لیکن زیر زمین انہوں نے خدام دین کی ایک [illegible]

کی جس سے دشمنان اسلام زمین پر ناک رگڑنے پر مجبور ہوئے۔ آج اگر انگریز شیخ الہند، حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے لرزہ بر اندام ہیں۔ تو یہی مدارس عربیہ کی پیداوار ہے جنہوں نے رات دن ایک کرکے محیر العقول کارنامے سرانجام دیئے۔ ہمارے ملک کے اکثر مدارس عربیہ دارالعلوم دیو بند کے خوشہ چین ہیں۔ ان کے کردار میں اکابرین دیو بند کا عکس نمایاں ہے۔ اس لئے آج ملک کا ایک چھوٹا مدرسہ بھی دشمنان اسلام دارالعلوم دیو بند سمجھتے ہیں۔ ان کو خطرہ ہے کہ ہر ایک مدرسہ سے ایک نہیں کئی شیخ الہند نکل سکتے ہیں۔ امریکہ نے افغانستان میں مدرسہ کا کردار اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ سپرپاور کا خاتمہ کسی یونیورسٹی یا فوجی تربیت کا نتیجہ نہیں بلکہ یہ ان بوریہ نشین علماء و طلباء کی محنت کا ثمر ہے جو رب کائنات کے دین کی سربلندی اپنا مقصد حیات سمجھتے ہیں اور اس کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کرتے۔ موجودہ وقت میں طالبان کی اسلامی تحریک نے یہ کرکے دکھایا کہ مدارس کے فیض یافتہ طلباء میں وقت کے ہر قسم کے چیلنجوں سے نبرد آزما ہونے کی صلاحیت موجود ہے اور امن و امان کا ایک بہترین معاشرہ قائم کرکے حکومت چلانے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔ اس لئے امریکہ کی ذمہ داری بڑھ گئی ہے۔ چنانچہ نیو ورلڈ آرڈر میں مدارس عربیہ کا علاج سرفہرست ہے۔

امریکہ اور اس کے مفادات کے محافظین ایک منظم پروگرام کے تحت مدارس کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ مدارس پر دہشت گردی کا الزام لگا کر لوگوں کے اذہان میں مختلف قسم کے شبہات پیدا کئے جا رہے ہیں۔ غیر ملکی رفاہی ادارے خاص مشن لے کر ملک میں پھیلے ہوئے ہیں اور مدارس کو بدنام کرنے کے لئے کوئی اہم موقع ضائع نہیں کرتے ہیں۔ اخبارات' رسائل اور پمفلٹ کے ذریعے ایسے بے سروپا واقعات بنا کر پیش کر رہے ہیں جن سے بے اعتمادی کی فضاء پیدا ہو رہی ہے۔ لوگوں کو اس پر مجبور کیا جا رہا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو مدارس نہ بھیجیں۔ دوسری طرف ان اداروں یا اشخاص کو بھی تنگ کیا جا رہا ہے جو خلوص و للہیت کے حسین جذبہ سے مدارس کی سرپرستی کر رہے ہیں۔ بعض اسلامی ممالک بھی امریکہ کے ایجنڈے پر کام کرکے خاص اوقات میں علماء کو وظیفہ دینے سے محض اس لئے انکار کرتے ہیں کہ کہیں [illegible] حاصل کرکے مدارس کا کام

ان سے کروائیں۔ افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ دشمنان اسلام کے مذموم عزائم کی تکمیل خود مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہو رہی ہے۔ حکومتیں آئے دن نئے نئے حربے آزما کر مدارس کی حریت پر ڈاکہ ڈال رہی ہے۔ لیکن یہ بے چارے اس سے نابلد ہیں کہ مدرسہ کی حقیقت کیا ہے؟ ممکن ہے دو چار مدارس کی حالت قابل اطمینان نہ ہو لیکن ان کی وجہ سے مطلق مدارس کی مخالفت پر اتر آنا دانش مندی نہیں۔ مدارس میں قال اللہ اور قال الرسول کا درس دیا جاتا ہے یہاں تعمیر انسانیت کے رموز سکھائے جاتے ہیں۔ اخلاق کا درس دیا جاتا ہے پھر اس کی مخالفت کرنا انسان دشمنی کے مترادف ہے۔ پاکستان کی پچاس سالہ تاریخ کو دیکھا جائے بحمد اللہ کسی مدرسہ میں کوئی ایسا واقعہ رونما نہیں ہوا جس کے لئے پولیس کی ضرورت پڑی بغیر کسی سیکورٹی کے محض اخلاق حسنہ سے ہزاروں طلباء کنٹرول کئے جاتے ہیں۔ ورنہ کالج اور سکول بھی تعلیمی ادارے ہیں۔ جہاں ہڑتالیں اور تخریبی کارروائیاں روزمرہ کے واقعات ہیں۔ ہر حکومت نے مدارس کے معاملات میں دخل اندازی کی کوشش کی لیکن کسی کو کامیابی نہ ملی۔ علماء ھی مدارس کے معاملات بہتر جانتے ہیں۔ نصاب سے بھی خوب واقف ہیں اور انتظامی امور خود چلانے کے اہل ہیں۔ ان میں کسی دخل کی ضرورت نہیں۔

البتہ مدارس کے منتظمین کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ وہ مدارس کے معاملات ایسے طریقے پر نمٹانے کی کوشش کریں جن پر کسی کو انگلی اٹھانے کا موقع نہ ملے۔ نصاب پر خصوصی توجہ دی جائے تاکہ عصری ضروریات کو ساتھ لے کر طلباء کی تربیت ہوسکے۔ مدارس والے خود اس کی فکر کریں کہ اس مقدس میدان کی بدنامی کا ذریعہ نہ بنیں' انشاء اللہ یہ اللہ تعالیٰ کے دین کے مراکز اور اسلام کے مضبوط قلعے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا بہتر محافظ ہے' اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس پر اعتماد ہی اس راہ کا گراں قدر سرمایہ ہے اور اس سے اس باغیچہ کی ترو تازگی اور حسن دوبالا ہوگا۔

والعصر ان الانسان لفی خسر

غلام الرحمٰن عفی عنہ

۲/۱۲/۱۴۱۹ھ

دار الافتاء

مفتی غلام الرحمٰن

زکوۃ کے مصرف میں غلبہ ظن کافی ہے۔

سوال: ایک کاروباری شخص ہونے کی وجہ سے دوران کاروبار مختلف قسم کے لوگوں سے میرا واسطہ پڑتا ہے کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کا اچھا خاصا کاروبار ہوتا ہے لیکن حالات سے مجبور ہو کر وہ مالی طور پر نہایت کمزور ہو جاتے ہیں' ایسی صورت میں اگر ان لوگوں سے پوچھنے پر مجھے معلوم ہو یا دوسرے ذرائع سے پتہ لگے کہ یہ لوگ زکوۃ کے مصرف ہیں اور میرا یقین ہو کہ واقعی یہ لوگ زکوۃ کا مصرف ہیں' کیا ان کو زکوۃ دینے سے میری ذمہ داری فارغ ہوگی یا نہیں جبکہ باطن کی حالت کا ہمیں کوئی پتہ نہیں۔

بینو واتوجروا محمد نعیم اینڈ کمپنی۔ سیدو مرچنٹ نیو مارکیٹ مردان

الجواب و باللہ التوفیق:-

زکوۃ کا مصرف ہونے میں بنیادی کردار زکوۃ دہندہ کے غلبہ ظن کا ہے جب کسی قابل اعتماد ذرائع سے ایک شخص کی حالت معلوم ہو جائے یا اس سے پوچھ کر اس کا اقرار موجب غلبہ ظن ہو تو یہی غلبہ ظن زکوۃ کی ادائیگی کے لئے کافی ہے۔ معن بن یزید کا بیان ہے کہ میرے والد نے ایک دفعہ صدقہ کے کچھ دینار مسجد میں کسی شخص کے حوالے کئے تاکہ وہ فقراء میں تقسیم کرے۔ میں نے اس سے کچھ لئے میرے باپ نے کہا میں نے تمہارا ارادہ نہیں کیا تھا۔ پس میں نے یہ مسئلہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے فرمایا

لک مانویت یا یزید ولک ما اخذت یا معن

(اے یزید) تمہاری لئے تمہاری نیت ہے۔ (یعنی اس کا ثواب ملے گا) اور اے معن

جو بچا تم نے لیا وہ تمہارے لئے ہے۔ (البخاری ج ۱ / ۱۹۱)

اگرچہ یہ محل صدقہ کے بارے میں وارد ہے لیکن حدیث کے الفاظ میں عموم کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ گنجائش پائی جاتی ہے کہ زکوۃ دیتے وقت دل کی جو کیفیت ہو اس کا اعتبار ہے۔ لہذا اس وقت اگر کسی شخص کے مصرف ہونے کا یقین ہو اور اس کو زکوۃ دی جائے تو زکوۃ ادا ہوگی چونکہ باطن کی حالت تک رسائی انسان کے دائرہ کار سے باہر ہے۔ اللہ تعالی ہی اس کی باطنی حالت بہتر جانتا ہے۔ اس لئے حقیقت حال پر آگاہی سے زکوۃ کی ادائیگی موقوف رکھنا مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ظاہری حالت ملحوظ رکھ کے جب زکوۃ دی جائے اور بعد میں کبھی اس کے خلاف ظاہر ہو تو زکوۃ صحیح ہے۔ اس کا دوبارہ دینا ضروری نہیں۔ فتاوی عالمگیریہ میں ہے

"اذا شک و تحری فوقع فی اکبر رأیه انه محل الصدقة فدفع الیه او سال منه فدفع او رآه فی صف الفقراء فدفع فان ظهر انه محل الصدقة جاز بالاجماع وکذا ان لم یظهر حاله عنده واما اذا ظهر انه غنی او هاشمی او کافر او مولی الهاشمی او الوالدان او المولود او الزوجة فانه یجوز وتسقط عنه الزکوة فی قول ابی حنیفة و محمد (ج ۱ / ۱۹۰)

ترجمہ: جب (کسی شخص کے بارے میں) شک ہو اور سوچ بچار کے بعد اس کا غالب گمان ہو کہ یہ محل صدقہ ہے اس کو زکوۃ دی یا اس سے پوچھا تب اس کو زکوۃ دی یا فقراء کی صف میں اس کو دیکھ کر زکوۃ دے دی۔ بعد ازاں کبھی یہ واضح ہوا کہ یہ صدقہ کا مصرف ہے تو یہ بالاتفاق جائز ہے۔ ایسا ہی اگر ان کی حالت ظاہر نہ ہو اس پر جب یہ ظاہر ہو کہ یہ شخص مالدار ہے یا سید ہے یا کافر ہے یا آزاد کردہ غلام ہے یا والدین یا اولاد اور یا بیوی ہو تو یہ جائز ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک اس سے زکوۃ ساقط ہوگی۔ دوبارہ اس پر لازم نہیں۔

مسجد کے کسی حصہ کو راستہ میں شامل کرنا

سوال: مسجد کے شمالی جانب سڑک تنگ ہے جس پر گزرنے والوں کو تکلیف کا سامنا ہے کیا مسجد کے کچھ حصہ کو سڑک کے ساتھ ملایا جا سکتا ہے جبکہ مسجد کی جنوبی جانب مالک زمین عوض دینے کے لئے تیار ہے کیا اس کے عوض کچھ زیادہ حصہ بھی لیا جا سکتا ہے بینوا توجروا

[illegible]

الجواب وباللہ التوفیق

اگرچہ راستہ عوام کی بنیادی ضرورت ہے لیکن مسجد کی اہمیت اس سے کہیں زیادہ ہے خاص کر جب ایک دفعہ باقاعدہ مسجد بن کر شرعی مسجد کی حیثیت اختیار کرے تو یہ زمین مسجد کے علاوہ کسی دوسرے مقاصد کے لئے بروئے کار لانا جائز نہیں یہ جگہ ہمیشہ کے لئے مسجد رہے گی۔

اگر کسی وقت راستے کے کسی حصے کی ضرورت مسجد کے لئے پڑے جب گزرنے والوں کی تکلیف کا سبب نہ ہو تو راستے کے کسی حصے کو مسجد میں شامل کیا جا سکتا ہے لیکن اس میں بھی اگر کہیں ایسی حرکت عوام کی ایذاء رسانی کا ذریعہ ہو تو جائز نہیں لیکن مسجد کے کسی حصہ کو راستہ میں شامل کرنا کسی صورت میں جائز نہیں اگرچہ اس کے عوض میں اس سے بہتر زمین دے۔ والدلیل علی ذلک ما فی الهندیة

قوم بنوا مسجدا واحتاجوا الی مکان لیتسع المسجد واخذوا من الطریق وادخلوه فی المسجد ان کان یضر باصحاب الطریق لا یجوز وان کان لا یضر بهم رجوت ان لا یکون به

ترغیب الاضحیہ

قربانی کی ترغیب

وعظ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ

خطبہ ماثورہ

الحمدللّٰہ نحمدہ ونستعینہ' ونستغفرہ ونومن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیات اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ' لا شریک لہ' ونشھد ان سیدنا و مولانا محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم اما بعد فقد ورد فی حدیث طویل قالوا ما ھذہ الاضاحی یا رسول اللّٰہ قال سنۃ ابیکم ابراھیم

ترجمہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ قربانیاں کیا چیز ہیں؟ حضور

تمہید

یہ ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے فضیلت قربانی میں۔ اس وقت ایک مختصر سا مضمون قربانی کے متعلق عرض کرتا ہوں۔ ہر چند کہ تھکن سفر کی وجہ سے تکان تھا مگر بعض عزیز مہمان اس وقت آئے ہوئے ہیں ان کی وجہ سے خیال کیا کہ کچھ بیان ہو جائے' اور اس قدر مقدم (پہلے) بیان کرنے کی اگرچہ ابھی ایام قربانی میں مدت زیادہ باقی ہے یہ وجہ ہے کہ پھر سفر کا ارادہ ہے خدا جانے پھر وقت ملے یا نہ ملے' اس وقت فقط ترغیب کے لئے فضیلت بیان کرنا مقصود ہے۔ باقی مفصل احکام اگر وقت ملا تو انشاء اللہ تعالیٰ قریب زمانہ میں بیان کر دیئے جائیں گے' مضمون مقصود سے پہلے ایک مضمون بطور تمہید کے بیان کیا جاتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے کریم ہیں کہ ہمارے نفع کی کوئی بات حضور ﷺ نے بغیر تبلیغ کے نہیں چھوڑی۔ قربانی' نماز' روزہ' حج' زکوۃ یہ سب احکام اس وقت ہم کو ایک معمولی باتیں معلوم ہوتی ہیں اور ہم کو ان کی کچھ قدر نہیں یعنی جیسی قدر کرنا چاہئے اس درجہ قدر نہیں ہے۔

اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ہمیشہ سے آباؤ اجداد سے سنتے چلے آئے ہیں جن لوگوں کو جستجو کے بعد یہ دولت ملی ہوگی ان کی کیا حالت ہوئی ہوگی؟ جیسے بھوکا آدمی اگر آدھی روٹی بھی مل جاتی ہے تو غنیمت سمجھتا ہے اور اگر معدہ فاسد ہوگا تو اس کو پلاؤ زردے کی بھی قدر نہ ہوگی چنانچہ صحابہؓ کے سوالات کے بعد جو جواب عنایت ہوئے ان کو تو بعد طلب ملے' اور ہم کو مفت' جیسا اس حدیث میں بھی ایسا ہی مضمون ہے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح ہم کو بھی ان کی قدر کرنا چاہئے اور یہ مضامین ثواب و عذاب کے وہ ہیں کہ کوئی شے ان سے زیادہ افضل و اعلیٰ ہمارے لئے نہیں ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ (نعوذ باللہ) حضور صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے ہم سے دریغ فرمایا اور کام کی بات چھپائی۔ حالانکہ یہ بات ممکن نہیں اور باوجود نافع ہونے کے سہل اس قدر ہیں کہ کسی قسم کی تنگی ان میں نہیں ہے بلکہ ان احکام کا سہل ہونا یہ خود دلیل انفع ہونے کی ہے اس لئے کہ قاعدہ تکوینیہ ہے کہ جو شئے زیادہ نافع ہوتی ہے وہ نہایت سہل الحصول (حاصل ہونے میں آسان ہوتی ہے) ہوا کرتی ہے دیکھو آدمی اور سب حیوانات کو سب سے زیادہ ضرورت ہوا کی ہے کہ اگر ایک منٹ بھی ہوا نہ ہو تو حیات ہی معرض ہلاک میں آ جائے وہ ہی اس قدر ارزاں ہے کہ اس کی کچھ قیمت ہی نہیں' اس کے بعد پانی کی ضرورت ہے وہ اس قدر سستا نہیں ہے لیکن اور چیزوں کے اعتبار سے ارزاں ہے' اس کے بعد غذا کی ضرورت ہے وہ اس سے زیادہ گراں ہے' اور جس شئے کی بالکل ہی ضرورت نہیں ہے وہ نہایت گراں ہے جیسے جواہرات کہ عمر بھر بھی اگر کسی کو نہ ملیں تو کچھ حرج نہ ہو چنانچہ صدہا آدمی ایسے ہیں کہ وہ جانتے بھی نہیں کہ لعل کیا ہے اور زبرجد کس چیز کا نام ہے۔ اسی طرح جس قدر علوم زیادہ نافع اور کارآمد ہیں وہ نہایت سہل ہوتے ہیں چنانچہ علوم شریعت بھی ایسے ہی ہیں کہ نہایت ضروری اور سہل ہیں' اور ہر جگہ ان کے بتلانے والے موجود ہیں اور وہ کوئی معاوضہ نہیں لیتے اور یہی راز ہے اس میں قرآن شریف کی تعلیم کرنے والے کثرت سے پائے جاتے ہیں اور نہایت قلیل معاوضہ پر مل جاتے ہیں' بخلاف دیگر علوم کے کہ وہ کم ہیں اور گراں ہیں۔ غرض دیکھنے کی چیز نفع ہے نہ کہ مضمون۔ دوسرے صفات مثل نایابی یا رنگینیاں یا لذت و مثل ذالک اکثر لوگ رنگین مضامین ڈھونڈا کرتے ہیں چنانچہ وعظ میں بھی اس کا تجسس رہتا ہے کہ جس وعظ میں مزے دار اشعار ہوں اور نکتے اور لطائف و حکایات ہوں اس کو پسند کرتے ہیں اور اگر کوئی وعظ مسئلے مسائل سنا دے اس سے بھاگتے ہیں حالانکہ یہ زیادہ نافع ہے لیکن ان کو کیا معلوم ہے کہ ہمارے نفع کی کیا چیز ہے۔

"بہت سی مرتبہ تم ایک چیز کو ناپسند کرتے ہو حالانکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہوتی ہے اور بہت سی مرتبہ تم ایک چیز کو پسند کرتے ہو حالانکہ وہ تمہارے لئے بدتر ہوتی ہے" حق تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے کہ ایسے ایسے مضامین ہم کو بتائے جو ہمارے کام آنے والے ہیں اور بے کار اور غیر ضروری مضامین ہم کو نہیں سکھائے۔ گو وہ رنگین نہ ہوں یہ تمام تقریر اس لئے عرض کی گئی کہ جو مضمون اس وقت بیان کیا جائے گا اس کو بیقدر اور معمولی نہ سمجھا جائے۔

حاصل یہ کہ ان مضامین نافعہ میں سے یہ مضمون بھی ہے کہ جو حق تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے ہم کو بتایا ہے حاصل اس کا یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قربانی کے متعلق ارشاد فرما رہے تھے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دریافت فرمایا کہ یا رسول اللہ یہ قربانیاں کیا چیز ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے اس مضمون کو سن کر لوگ کہیں گے کہ قربانی کی اس میں کیا فضیلت ہوئی لیکن سمجھدار کے لئے یہ بڑی بھاری فضیلت ہے بلکہ جس قدر فضائل قربانی کے آئے ہیں ان میں سب سے بڑی فضیلت یہی ہے چنانچہ عنقریب واضح ہو جائے گا۔

نکات حدیث قربانی

درمیان میں جملہ معترضہ کے طور پر عرض کیا جاتا ہے کہ "سنة ابیکم ابراهیم" کیوں فرمایا سنة ابراهیم فرما دیتے ابیکم کا لفظ کیوں بڑھایا اس کے متعلق دو اعتبار سے کلام ہے اول صحت کے اعتبار سے کہ ابراہیم علیہ السلام کو تمام امت کا باپ کیسے فرما دیا دوسرے غرض کے اعتبار سے کہ اس نسبت کی صراحت سے کیا فائدہ نکلا؟ سو صحت کے اعتبار سے تو یہ ہے کہ ابیکم فرمانا ایک

تو اس ۔ ۔ ۔ ۔ لئے صحیح ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اکثر اہل عرب کے باپ ہیں اس لئے کہ اکثر عرب بنو اسمٰعیل ہیں اور اسمٰعیل علیہ السلام بیٹے ہیں ابراہیم علیہ السلام کے اس لئے ابیکم فرمایا' لیکن چونکہ آیت میں خطاب تمام امت کو ہے اس لئے احکام مخصوص اہل عرب کے ساتھ تو ہیں نہیں اس لئے بہتر وجہ دوسری ہے کہ ابیکم سے مراد روحانی باپ لئے جائیں اس لئے کہ ابراہیم علیہ السلام ہمارے روحانی باپ ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ہمارے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بہت قرب ہے' نسباً بھی اور شریعتہً' بھی نسباً تو ظاہر ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ہیں اور شریعتہً اس لئے کہ شریعتہؐ نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام شریعت ابراہیمیؑ سے بہت ملتی جلتی ہے اصولاً بھی اور فروعاً بھی اسی واسطے فرمایا ہے۔ "واتبعوا ملۃ ابراھیم حنیفًا"

یعنی اتباع کرو ملت ابراہیم علیہ السلام کا یہاں پر ایک شبہ ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت تو تمام ملل و ادیان کی ناسخ (منسوخ کرنے والی) ہے پھر' ملت ابراہیمی کے اتباع کا آپ کو امر کیوں فرمایا۔ جواب یہ ہے کہ ملت ابراہیم علیہ السلام کے اتباع کا امر اس حیثیت سے نہیں ہے کہ وہ ملت ابراہیم ہے بلکہ اس اعتبار سے ہے کہ وہ شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور ملت ابراہیمی بھی اس کا ایک لقب ہے اور یہ لقب اس لئے ہے کہ یہ دونوں ملتیں آپس میں اصولاً و فروعاً باعتبار فروع کثیرہ کے متناسب و متوافق ہیں اور اسی واسطے یہ نہیں فرمایا کہ اتبعوا ابراھیم کہ ابراہیم علیہ السلام کا اتباع کرو بلکہ "اتبعوا ملۃ ابراھیم" فرمایا اس کی ایسی مثال ہے جیسے کہا جائے کہ مذہب حنفی اختیار کرو تو اس کے یہ معنی نہیں کہ شریعت نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ دو بلکہ مطلب یہ ہے کہ اتباع شریعت میں جو امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے وہ اختیار کرو' اب یہاں سے ان معترضین کا اعتراض بھی جاتا رہے گا جو مقلدین امام ابوحنیفہ

١٥٨

رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کہا کرتے ہیں کہ یہ لوگ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اتباع کرتے ہیں۔

ابوۃ روحانی

الحاصل (خلاصہ) جب یہ امر ثابت ہوگیا کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابراہیم علیہ السلام سے دینی بھی بہت قرب ہے اور نسبی بھی کہ ابراہیم علیہ السلام آپ کے باپ ہیں تو اب یہ سمجھو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے روحانی باپ ہیں اور اس کی تین دلیل ہیں اول وجہ عقلی ہے وہ یہ کہ دیکھنا چاہئے کہ باپ بیٹے کے ساتھ کیا کیا کرتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ باپ کا کام یہ ہے کہ محنت مشقت جھیلتا اور اپنے اوپر طرح طرح کے مصائب اٹھاتا ہے جس طرح اس سے ہوسکتا ہے اولاد کو پرورش کیا کرتا ہے اسی طرح ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں کہ روحانی پرورش فرماتے ہیں' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کے واسطے باپ کی طرح بلکہ زیادہ قسم قسم کی تکالیف برداشت فرمائیں اور امت کی تربیت میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا' پس آپ روحانی باپ ہوئے۔ دوسرے یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ النبی اولی بالمومنین من انفسھم و ازواجہ امھاتھم

یعنی نبی مومنین کے ساتھ ان کے نفوس سے بھی زیادہ قریب ہیں اور نبی کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں جب آپ کی بیبیاں ہماری مائیں ہیں حالانکہ وہ صلبی امت نہیں ہیں۔ صرف مربی کی بیبیاں ہیں تو خود آپ جو کہ مربی ہیں ضرور باپ ہیں اور اس ابوۃ و امومیت کو اس درجہ قوت ہے کہ نبی کی بیبیوں سے بعد وفات کے نکاح بھی حرام ٹھہرا۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

یعنی محمد صلی ...

نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں لوگوں کو سن کر حیرت ہوگی کہ اس آیت سے باپ ہونے پر کیسے استدلال ہوسکتا ہے بلکہ اس سے تو ابوۃ کی نفی مستنبط ہوتی ہے لیکن بعد تقریر مقصود کے انشاء اللہ تعالیٰ واضح ہو جائے گا کہ اس سے نہایت صاف طور سے ابوۃ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سمجھی جاتی ہے جس میں کلام ہو رہا ہے۔ اول ایک مقدمہ عرض کرتا ہوں وہ یہ کہ نحو کا قاعدہ ہے کہ لکن کے ماقبل اور مابعد میں تضاد ہوتا ہے اور لکنؔ کا مابعد ایک شبہ کا جواب ہوتا ہے جو لکنؔ کے قبل سے پیدا ہوا ہے جیسے کہتے ہیں کہ زید آگیا لیکن اس کا بھائی نہیں آیا۔ اب اس آیت میں غور فرمایئے کہ لکنؔ کے ماقبل اور مابعد میں تضاد بظاہر سمجھ میں نہیں آتا اس لئے باپ نہ ہونے اور رسول ہونے میں کیا تضاد ہے حالانکہ تضاد ہونا چاہئے تو غور کرنے کے بعد سمجھ میں آتا ہے وہ یہ کہ جب فرمایا **ما کان محمد ابا احد من رجالکم**

تو اس سے شبہ ہوا کہ جب حق تعالیٰ نے ابوۃ کی نفی فرمادی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے کسی قسم کے باپ نہیں ہوں گے اس لئے آگے لکن سے اس شبہ کو دفع فرماتے ہیں کہ ہاں ایک قسم کے باپ ہیں وہ یہ کہ رسول اللہ ہیں یعنی روحانی باپ ہیں کہ تمہاری روحانی تربیت فرماتے ہیں پس اگر رسول کی دلالت معنی ابوۃ پر معتبر نہ کی جائے تو کلام میں ربط نہ ہوگا۔ غرض عقلاً و نقلاً ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے باپ ہیں اور ابراہیم علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسبی باپ ہیں تو ثابت ہوگیا کہ ابراہیم علیہ السلام ہمارے باپ کے باپ ہیں اس لئے کہ جب صرف زوجیت کے تعلق سے آپ کی بیبیوں کو ہماری مائیں فرما دیا تو نسبی تعلق تو اس سے زیادہ ہے اور قرآن شریف میں بھی آیا ہے **ملة ابیکم ابراھیم** یہاں تو ظاہر ہی ہے کہ خطاب عام مراد ہو کیونکہ خطاب یقیناً عام ہے یہ کلام تو تصحیح میں تھا۔

کے عنوانوں سے آپ ہم کو ترغیب دیتے ہیں کہ شاید عنوان موثر ہو جائے شاید "عنوان کلی ہو جائے اللہ اکبر۔ بہرحال حضور فضیلت بیان کرنا ہے اخیر کی۔

اثبات فضیلت

رہا یہ امر کہ اس سے فضیلت کیسے ثابت ہوئی تو اس کا سمجھنا چند مقدمات کے سمجھنے پر موقوف ہے اول یہ معلوم کرنا چاہئے کہ ابراہیم علیہ السلام کی سنت جو فرمایا تو اس کی کیا وجہ ہے ابراہیم علیہ السلام نے کیا کیا تھا کہ جس کی وجہ سے انھیں سنت ابراہیمی ہوئی سو کوئی مسلمان ایسا نہ ہوگا کہ اس کو معلوم نہ ہو کہ انہوں نے کیا کیا تھا انہوں نے یہ کیا تھا کہ بامر الٰہی اپنے پیارے بیٹے کے ذبح کرنے کا عزم مصمم کرلیا تھا دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ عزم شئے اس شئے کے کر دینے کے حکم میں ہے جو ثواب یا عقاب کسی فعل کے ارتکاب کرنے پر مرتب ہوتا ہے وہ ہی اس فعل کے عزم پر بھی مرتب ہوتا ہے دیکھئے اگر دولہا کے پاس جو بیوی کو پہچانتا نہ ہو کسی عورت کو اجنبی عورت کو کہہ کر بھیج دیا جائے۔ حالانکہ وہ اس کی منکوحہ ہو اور وہ اس سے مجامعت کرے تو زنا کا گناہ ہوگا اور اگر منکوحہ بتلا کر اجنبی کو بھیج دے تو کچھ گناہ نہیں ہے اس طرح اگر حلال کھانے کو کسی نے مغصوب کہا تو اس کا کھانا حرام ہے اور اگر حرام کو حلال کہہ دیا اور اس کو کوئی شبہ تو نہیں ہوا تو اس کا کھانا حلال ہے ان مسائل سے معلوم ہوا کہ ثواب و عذاب کا مدار عزم پر ہے تو گو ابراہیم علیہ السلام نے ذبح نہیں کیا لیکن عزم تو فرمایا بلکہ فعل کا وجود بھی ہوا گو اثر مرتب نہیں ہوا یعنی چھری پھیردی اور یہ سمجھ کر چھری پھیری کہ بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں لیکن حق تعالیٰ نے بجائے ان کے مینڈھے کو بھیج دیا۔ نہ چوکے اور جس طرح بن پڑے بغیر کئے نہ رہے۔

Scanned with CamScanner

اسلوب ترغیب

اب سمجھئے کہ غرض اور نکتہ اس لفظ کے بڑھانے میں کیا ہے کیا سنۃ ابیکم ابراھیم کافی نہ تھا بات یہ ہے کہ باپ شفیق بیٹے کو قسم قسم سے سمجھایا کرتا ہے اور ہر وقت اسی دھن میں رہتا ہے کہ ایسے عنوان سے اس کو سمجھانا چاہئے کہ موثر ہو جائے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ باپ ہیں بلکہ باپ سے زیادہ شفیق ہیں اس لئے ترغیب کے موثر ہونے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عنوان کو اختیار فرمایا ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ انسان کی طبعی بات یہ ہے کہ اس کو اپنے باپ داوے سے اور ان کے رسم و رواج سے نہایت تعلق ہوتا ہے اور اس رسم کا دل سے نکلنا بہت بھاری ہے چنانچہ جب کفار کو بت پرستی سے روکا جاتا تھا یا آج کل کی رسم مروجہ کو روکا جاتا ہے تو بڑا جواب یہ ہوتا ہے کہ اوپر سے اسی طرح ہوتی آئی ہیں غرض خاندانی بات کی بڑی پچ ہوتی ہے اور یہی حکمت ہے حدیث الائمۃ من قریش میں کہ وہی تخصیص کی وجہ ہے ہیں وہ یہ کہ دین اسلام کا ظہور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوا اور آپ ﷺ قریش میں سے ہیں تو گویا دین قریش کے گھر کی چیز ہے سو جس قدر ان کو حمایت دین کی ہوگی اس قدر دوسرے کو نہ ہوگی باقی یہ کہ بنی ہاشم کو خاص کیوں نہیں کیا تو وجہ یہ ہے کہ بنی ہاشم بہ نسبت قریش کے بہت کم ہیں اور قریش زیادہ ممکن ہے کہ ان میں سے کسی وقت صاحب صلاحیت کی تلاش میں دقت ہوتی بہرحال اس حکمت سے تائید ہوگئی کہ خاندانی شئے سے بہت تعلق ہوتا ہے اور خصوصا عرب میں کہ وہاں حمیت قومی کا بڑا جوش تھا جب یہ ثابت ہوگیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ترغیب دینے کے لئے فرماتے ہیں کہ میاں یہ قربانی کرنا تو کوئی باہر کی بات نہیں ہے یہ تو تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ ہے یہ تو خاندانی مذہب ہے اس کو کیوں چھوڑتے ہو' دیکھا آپ نے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی امت پر کس قدر شفقت ہے کہ طرح طرح

قربانی پر انعام

آخر دنیا کے بہت سے کام بلاضرورت محض تفریح کے واسطے کرتے ہو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لئے اگر تھوڑا سا خرچ کردو گے تو کیا حرج ہوگا اور اگر ضرورت ہی پر مدار رکھتے ہو اور یوں کہتے ہو صاحب جو فرائض و واجبات ہیں ہم تو وہی ادا کریں گے۔ تو دنیا کے کاموں میں اس پر عمل کیوں نہیں ضرورت تو اس قدر ہے کہ سد رمق جو کی روٹی اور گرمی سردی مہلک سے بچاؤ کے واسطے گزی وغیرہ کا کپڑا مل جائے پھر یہ پلاؤ اور زردے اور کوفتے کیوں کھاتے ہو اور ململ و تن زیب و مخمل کیوں پہنتے ہو۔ اللہ اکبر نفس کے خوش کرنے کو تو غیر ضروری کام بھی کرلیں اور دین کے کام میں یہ پوچھتے ہیں کہ صاحب کیا بہت ضروری ہے اس کے معنی تو یہ ہیں کہ اگر اس کا ترک بہت بڑا حرج ہے تو اس کا اہتمام کریں ورنہ ترک کر دیں صحت اعتقاد کے لئے تو بیشک ضرور پوچھو کہ ضروری ہے یا نہیں کیونکہ ضروری کو ضروری اور غیر ضروری کو غیر ضروری اعتقاد رکھنا ضروری ہے لیکن کرنے کے لئے تو یہ پوچھنا کافی ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوتے ہیں اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اس عمل سے خوش ہوتے ہیں بلا تامل نہایت مستعدی اور رغبت سے اس کو کرو بہت لوگ محبت دین کا دم بھرتے ہیں اور بدنی اعمال میں مستعد ہیں لیکن روپیہ خرچ کرنے کا جہاں وقت آتا تو وہ حیلہ حوالہ کرتے ہیں اس پر مجھ کو ایک حکایت یاد آئی کہ ایک بدو کو کسی نے دیکھا کہ نہایت پریشان بدحواس ہے اور رو رہا ہے اور پاس روٹیوں کا تھیلا بھرا رکھا ہے کسی نے پوچھا کہ کیوں روتے ہو کہا کہ میرا کتا بھوک سے مر رہا ہے اس شخص نے کہا کہ تھیلے میں کیا ہے کہنے لگا روٹیاں ہیں اس نے کہا کہ پھر اس کو کیوں نہیں دیتا کہنے لگا کہ اتنی محبت نہیں رکھتا کہ روٹی دوں کہ اس کو دام لگے ہیں صرف آنسو بہانے کی محبت ہے کہ مفت کے ہیں تو بعض لوگوں کی محبت کا دعویٰ بھی ایسا ہی ہوتا ہے

Scanned with CamScanner

درحقیقت خرچ بھی نہیں ہوتا کیونکہ صدقات و خیرات میں جو کچھ خرچ ہوتا ہے وہ کہیں جاتا نہیں جو کچھ ہے اپنے ہی لئے ہے بلکہ قربانی تو ایسی شئے ہے کہ کچھ ہاتھ سے بھی نہیں نکلتا اس لئے کہ ثواب کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اجزاء قربانی کے تقسیم ہی کرو بلکہ اختیار ہے خواہ تقسیم کر دو یا خود منتفع ہو' ہاں بیچنے کی اجازت نہیں ہے۔ غرض سب اپنے پاس رکھو جب بھی ثواب ملتا ہے۔

کیا قربانی خلاف عقل ہے

اگر کوئی کہے کہ خدا تعالٰی خرچ کرا کر لیتے بھی نہیں پھر کیا چیز مطلوب ہے کیونکہ خرچ کرواتے ہیں اس سے مقصود کیا ہے اگر کہو گوشت کھلانا ہم کو منظور ہے تو منی اور مکہ معظمہ میں ہزاروں جانور ذبح ہوتے ہیں ان کا کوئی گوشت بھی نہیں کھاتا بلکہ ضائع ہوتے ہیں۔ اور یہ عقل کے خلاف ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ جنابِ من! ہے تو فحش بات لیکن تفہیم کے لئے عرض ہے کہ اگر تمہاری عقل میں کسی شئے کا نہ آنا خلاف عقل ہونے کی دلیل ہے تو ہمارا آپ کا پیدا ہونا جس طریقے سے ہے وہ بھی عقل کے خلاف ہے اور اس کا امتحان یہ ہے کہ ایک بچہ ایسا تجویز کیا جائے کہ وہ تہہ خانہ میں پرورش کیا جائے اور اس کے سامنے کبھی اس کا تذکرہ نہ کیا جائے کہ آدمی کس طرح پیدا ہوتا ہے حتی کہ جب بیس برس کا ہو جائے تو اس سے دفعتاً" کہا جائے کہ آدمی اس طور سے پیدا ہوتا ہے تو ہرگز اس کی عقل میں نہ آئے گا اور ہم چونکہ رات دن دیکھتے ہیں سنتے ہیں کہ اس طریقے سے انسان پیدا ہوتا ہے اس لئے ہم کو خلاف عقل معلوم نہیں ہوتا تو جناب ہم تو جب سے پیدا ہوئے ہیں ہمارے تمام حالات ہی خلاف عقل ہیں۔ ہماری عقل تو بس کھانے کمانے کی ہے ایسے ہی جیسے کسی بھوکے سے پوچھا تھا کہ دو اور دو کتنے ہوتے ہیں کہا کہ چار روٹیاں ایسے ہی جاری ہماری عقل صرف اس قدر ہے کہ کھاؤ اور پی لو اور باتیں بناؤ۔ جب اتنی عقل ہیں حسب

قاعدہ مذکورہ ان کو تو فضیلت ذبح ولد کی حاصل ہوگئی۔ تیسرا مقدمہ یہ ہے کہ دیکھنا چاہئے بیٹے کو ذبح کرنے اور اللہ کی راہ میں نثار کرنے کا کتنا ثواب ہے تو قواعد شرعیہ سے یہ امر معلوم ہوتا ہے کہ جس شئے کو خرچ کیا ہے وہ جس قدر زیادہ محبوب ہوگی اسی قدر زیادہ ثواب ہوتا ہے حق تعالٰی فرماتے ہیں الن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون ○ (تم ہرگز بھلائی حاصل نہ کرسکو گے جب تک کہ اپنی محبوب چیز خرچ نہ کرو) اسی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر زیادہ محبوب مال کا انفاق ہوگا اسی قدر نیکی حاصل ہوگی اگر کوئی کہے کہ اس آیت سے تو نفس بر کا حاصل ہونا معلوم ہوا۔ فضیلت اس سے کیسے معلوم ہوئی جواب یہ ہے کہ بر سے مراد بر کامل ہے اور دلیل اس کی اگلی آیت ہے فرماتے ہیں (وما تنفقوا من شئی فان اللہ بہ علیم)

یعنی یوں جو بھی تم خرچ کرو گے اللہ تعالٰی اس کو جاننے والے ہیں یعنی اس کا ثواب دے ہی دیں گے تو اس آیت سے معلوم ہوا کہ خواہ محبوب شئے خرچ کی جائے یا غیر محبوب ثواب تو ہر صورت میں ہوتا ہے اس لئے کہ شئے بیان ہے ما کا لو دو عام ہے شامل ہے ہر قلیل و کثیر کو پس خلاصہ دونوں آیتوں کا یہ ہوا کہ نفس ثواب تو تم کو ہر شئے کے انفاق میں مل جائے گا لیکن بر خاص محبوب ہی کے انفاق میں ہے تو یہ اسلوب دال ہے اس پر کہ بر سے مراد ثواب کامل ہے پس وہ مدعا ثابت رہا کہ شئے منفق جس درجہ محبوب ہوگی اسی درجے کا ثواب زیادہ ہوگا۔ پس جب یہ امر ثابت ہوچکا تو دیکھنا چاہئے کہ بیٹے سے آدمی کو کس قدر محبت ہوتی ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ بیٹے کے ساتھ اپنے نفس سے زیادہ محبت ہوتی ہے اپنے لئے جو کمال انسان کو محبوب ہوتا ہے وہ ہرگز نہیں چاہتا کہ دوسرے کو ہو لیکن بیٹے کے لئے چاہتا ہے کہ ہر کمال میں مجھ سے بڑھ جائے ان مقدمات سے ثابت ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام نے وہ کام کیا کہ اس سے بڑھ کر ہو نہیں سکتا تو ظاہر ہے کہ اس کا ثواب نہایت ہی عظیم الشان ہوگا۔

Scanned with CamScanner

اس کے بعد معلوم کرنا چاہئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کو سنت ابراہیم علیہ السلام فرمایا ہے حالانکہ جو عمل ابراہیم علیہ السلام نے کیا وہ اور ہے اور تضحیہ دوسرا عمل ہے ابراہیم علیہ السلام کا عمل ذبح ولد ہے اور تضحیہ ذبح حیوان ہے پھر قربانی سنت ابراہیمی کیسے ہوئی تو یہ جب ہی ہوسکتا ہے کہ ہم کو قربانی میں اسی قدر ثواب ملے جس قدر کہ ابراہیم علیہ السلام کو ذبح ولد میں ملا تھا۔ دونوں عملوں کی غایت اتحاد کی وجہ سے دونوں عمل کو ایک فرمایا گو عمل متغائر ہیں گویا یہ فرمایا اے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم کو جانور کے ذبح میں وہی اجر ملے گا جو ابراہیم علیہ السلام کو ذبح ولد میں ملا تھا۔ دیکھئے کہ کس قدر فضیلت اضحیہ کی اس حدیث سے معلوم ہوئی اور ایک نکتہ اس سے اور معلوم ہوا وہ یہ کہ جب کوئی بادشاہ انعام تقسیم کرتا ہے جو لوگ زیادہ مقرب ہوتے ہیں اور مرتبہ ان کا زیادہ ہوتا ہے ان کو ان کے مرتبے کے موافق انعام ملا کرتا ہے پھر ان سے جو کم درجے کے ہیں ان کو اسی درجے کا انعام ملے گا مثلاً وزراء و ارکان دولت کو بہت بڑا انعام ملے گا اور ادنیٰ ادنیٰ چپراسیوں اور خدام کو کم۔ پس حق تعالیٰ کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کا مرتبہ سب مخلوق سے زیادہ ہے اور انبیاء علیہم السلام میں ابراہیم علیہ السلام بہت بڑے جلیل القدر ہیں کہ خلیل اللہ ہیں تو جو انعام ان کو دیا گیا ہوگا ظاہر ہے کہ بہت بڑا انعام ہوگا کہ باوجود اتحاد فعل کے بھی دوسرے شخص کو اتنا انعام نہ دیا جانا چاہئے۔ یعنی اگر یہی فعل ذبح ولد کا دوسرا کرتا تو وہ اس قدر انعام پانے کا مستحق نہ سمجھا جاتا جس قدر کہ ابراہیم علیہ السلام کو دیا گیا ہے اور جہاں فعل بھی اس فعل سے ادون ہو وہاں تو اتنا ملنے کی گنجائش ہی نہیں مگر باوجود اس کے کہ یہ عمل ہمارا ذبح ولد سے بدرجہا ادون ہے پھر وہی انعام ہمارے لئے تجویز ہوا ہے اللہ اکبر کتنا بڑا انعام ہے اور امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ برکت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کیسا لطف و کرم ہے یہ فضیلت تو قربانی کی ایسی ہے کہ اگر کسی کے ذمہ

واجب بھی ہو تو اس ثواب کی تحصیل کے واسطے وہ بھی ہے تو اسرار شریعت کہاں سمجھ میں آئیں۔ ایسے ہی نفس قربانی بلا تقسیم لحم کے بھی حکمت ہے اگر عقل میں نہ آئے تو قابل انکار کیسے ہوگئی اور اس لئے ہمارے ذمہ ضروری نہیں کہ اس حکمت و راز کو بیان کریں لیکن تبرعا بتائے دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ اصل میں یہ سنت ابراہیمی کا اتباع ہے اور شئے محبوب کا انفاق مقصود ہے۔ اور وہ صرف جانور ذبح کرنے سے حاصل ہو جاتا ہے گوشت خواہ رکھیں یا تقسیم کریں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اصل عمل تو یہ تھا کہ بیٹے کو ذبح کریں لیکن اول تو سب کے بیٹا ہوتا نہیں دوسرے یہ کہاگر یہ حکم ہوتا تو بہت کم ایسے نکلتے جو یہ عمل کرتے یہ حق تعالیٰ کا فضل ہے کہ جانور کو قائم مقام ذبح ولد کے کر دیا اور یہاں سے ایک امر اور بھی ثابت ہوا وہ یہ کہ جب قائم مقام ولد کے ہے تو اس جانور کے اندر ضرور ایسے صفات کا ہونا ضروری ہے کہ جو قائم مقام ولد کے ہو وہ یہ کہ خوب موٹا تازہ جانور ہو کہ جس کو ذبح کرتے ہوئے کچھ تو دل دُکھے جسے ذبح ولد میں دل دکھتا بالکل مریل نہ ہو کہ جس کے ذبح ہو جانے کو غنیمت سمجھے کہ مرتا تو یہ ضرور خیر اچھا ہوا اس سے یہی کام نکل آیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ناقہ ذبح کی تھی جس کی قیمت تین سو اشرفیاں تھیں یہ جو لوگوں کی عادت ہے کہ ردی اور کم قیمت کا جانور ذبح کر دیتے ہیں یاد رکھو کہ وہاں بھی ایسا ہی ملے گا اور جب کہ وہ پھر تم کو ہی ملنے والا ہے تو جس قدر اس میں خرچ کرو گے اپنی ہی واسطے ہے۔

اضاعتِ مال کا شبہ

اور یاد رکھو صدقہ سے مال گھٹتا نہیں حدیث شریف میں ہے (لا ینقص مال من صدقۃ قط) اور اس کے معنے یہ نہیں ہیں کہ اگر دس روپے پاس تھے تو دس ہی رہتے ہیں مطلب [illegible] کہ صدقہ [illegible] کام آتا ہے اگر صدقہ نہ

دیتا تو وہ ادھر ادھر ضائع ہو جاتا اور صدقہ دینے سے جس قدر باقی رہتا ہے وہ سب اسی کے کام آتا ہے اور اس میں برکت ہوتی ہے اس لئے یہ کہنا کہ قربانی میں مال ضائع کرنا ہے جیسے آج کل نو تعلیم یافتہ اصحاب کا خیال ہے سراسر غلط ہے اور قربانی کا مقصود اظہار محبت ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور وہ اس میں حاصل ہے۔ پھر مال ضائع کہاں ہوا۔ اور اگر کہا جائے کہ جی دکھتا ہے کہ ہماری شئے جاتی رہی جواب یہ ہے کہ وہ تمہاری شئے ہے کہاں؟ تم خود تو اپنے ہو ہی نہیں تمہاری شئے کہاں سے آئی تم خود مملوک ہو غلام کسی شئے کا مالک نہیں ہوا کرتا اگر کوئی کہے کہ ہم مملوک نہیں ہیں اول تو کون ایسا ہوگا جس کا یہ اعتقاد ہو کہ ہم اللہ کے مملوک نہیں ہیں دوسرے یہ کہ اس کی ایک دلیل بھی ہے وہ یہ کہ دیکھو خودکشی حرام ہے اگر تم اپنے مالک ہوتے تو اپنے اندر جو چاہتے تصرف کرسکتے تھے۔ بس آپ بھی خدا کے ہیں اور جانور بھی خدا کے اگر کوئی کہے کہ جناب مال خرچ کرنے سے تو دل تنگ نہیں ہوتا بلکہ اس سے دل دکھتا ہے کہ جانور کی جان ضائع ہوتی ہے جواب یہ ہے کہ آپ بے فکر رہئے جب خود مالک ہی ضائع کرائے تو آپ کون ہیں بڑے درد مند نکل کر آئے ہیں۔

ہر عیب کہ سلطان بہ پسند ہنر ست (جس عیب کو بھی بادشاہ پسند کرے وہ ہنر ہے)۔

چوں طمع خواہد زمن سلطان دین
خاک برفرق قناعت بعد ازیں

(اگر دین کا بادشاہ مجھ سے یہ خواہش کرے کہ میں لالچ اور حرص کروں تو اس کے بعد قناعت پر خاک ڈال دینا چاہئے)

اور اگر کسی طرح اس کی حکمت سمجھ میں نہ آئے۔ تو اس طرح سمجھو کہ بعض دوائیں تو موثر با کیفیت ہوتی ہیں اور بعض موثر بالخاصہ۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ نصوص سے ثابت ہوگیا کہ یہ اعمال صالحہ موثر بالخاصہ ہیں ہم کو حضور صلی

طالب علم کا تشخص

ہر بدھ کو " حدیث الاربعاء " کے عنوان سے طلباء کے لئے ترتیبی و اصلاحی درس کا اہتمام ہوتا ہے جو عموماً" مہتمم صاحب خود دیتے ہیں ۔ گزشتہ بدھ کا درس حافظ عنایت الرحمن متعلم درجہ سادسہ نے ٹائپ ریکارڈ سے نقل کرکے شائع کیا جا رہا ہے

(ادارہ)

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی ۔ اما بعد ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال بینما نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم اذ طلع علینا رجل شدید بیاض الثیاب شدید سواد الشعر لا یری علیہ اثر السفر ولا یعرفہ منا احد حتی جلس الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاسند کبتیہ الی رکبتیہ و وضع کفیہ علی فخذیہ وقال یا محمد اخبرنی عن الاسلام قال الاسلام ان تشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمداً" رسول اللہ و تقیم الصلوۃ وتوتی الزکوۃ و تصوم رمضان و تحج البیت ان استطعت الیہ سبیلا" ... الخ

میرے پیارے طلبہ بھائیو ! ہفتہ وار اصلاحی درس کے سلسلے میں ہم سب حاضر ہیں۔ اللہ تعالیٰ میری اور آپ کی یہ حاضری اس مقدس جگہ میں اپنی رضاء کا ذریعہ بنا دے آمین

طالب علم بننا بہت بڑی سعادت ہے ۔ ایک ہے طالب الدنیا اور دوسرا ہے طالب العلم

علم سے مراد یہ نہیں کہ زمینداری' کارخانے چلانے کے طریقے سیکھیں یا بینک کے طریقے سے واقف ہو بلکہ علم کی حقیقت یہ ہے کہ اس سے خدا کی معرفت حاصل ہو یہ بہت بڑا اعزاز ہے کہ جس کو یہ نصیب ہوا وہ دنیا کا بے تاج بادشاہ ہے۔

محترم بھائیو ! ہر ایک ادارہ کا اپنا تشخص ... [illegible]

Scanned with CamScanner

تشخص بشکل و صورت اور وضع قطع ہونا چاہئے۔ اس حدیث میں اس کی نشاندہی ہوتی ہے۔ یہ روایت حدیث جبرائیل سے مشہور ہے۔ مشکوۃ شریف کی کتاب الایمان کی ابتداء اس سے ہوتی ہے۔ بخاری و مسلم میں ہونے کی وجہ سے اس کو متفق علیہ روایت کہا جاتا ہے۔ اس میں حضرت جبرائیل طالب علم بن کر حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ اس لئے آئے تھے کہ آپ لوگوں کو پوچھنے کا طریقہ بتائیں۔

گویا جبرائیل علیہ السلام طالب علم کے تشخص میں حاضر ہوئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام جیسی شکل و صورت یا' وضع قطع سے حاضر ہوئے ہیں۔ دینی طالب علم کی شناخت ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ اچانک ایک آدمی نمودار ہوئے۔ یہ آدمی جن خوبیوں سے مزین تھے وہی ایک طالب علم کی صفات اور خوبیاں ہونی چاہئیں۔

پہلی صفت :-

پہلی صفت یہ تھی " شدید بیاض الثیاب " یعنی سفید کپڑوں میں ملبوس تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ طالب علم کا لباس سفید ہونا چاہئے۔ یہی سفید لباس حضرت رسول اللہ ﷺ کو پسند تھا۔ قبر میں جاتے وقت یہی سفید لباس ہوتا ہے اس لئے کفن سفید بنایا جاتا ہے۔ اگرچہ دوسرے رنگ کے لباس پہننے میں کوئی خاص حرج نہیں لیکن پھر بھی سفید کپڑے پہننا زیادہ بہتر ہے۔

دوسری صفت :-

اس مذکورہ بالا جملہ کے ضمن سے دوسری خوبی یہ معلوم ہوتی ہے کہ سفید کپڑے کو صاف رکھنا طالب علم کی ذمہ داری ہے کیونکہ یہ نفاست کی دلیل ہے۔ اس لئے طالب علم کے باطن کی طرح ظاہری لباس میں بھی صفائی ہونی چاہئے۔ صرف لباس نہیں بلکہ درسگاہ اور مدرسہ کی صفائی میں بھی دلچسپی لینا طالب علم کی خوبی ہے۔

تیسری صفت :-

دوسرا جملہ " شدید سواد الشعر " ہے یعنی اس کے بال خالص سیاہ تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طالب علم کے لئے اپنی زندگی کے شباب کے حصہ کو وقف کرنا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ زندگی کی بہاریں دنیا لوٹے اور بڑھاپے میں کسی مکتب کی راہ لے۔ جوانی زندگی کا قیمتی حصہ ہوتا ہے۔ علم جیسی بڑی دولت کے لئے یہی وقت زیادہ موزوں ہے تاہم بڑھاپے میں علم کے دروازے کسی پر بند نہیں ہوتے ہیں۔ ہر وقت انسان علم حاصل کرسکتا ہے۔

چوتھی صفت :-

تیسرا جملہ " لا یریٰ علیہ اثر السفر " یعنی اس پر سفر کے آثار دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ طالب علم کو اپنی مصروفیت باعث بوجھ نہیں سمجھنا چاہئے۔ جس سے طبیعت بھاری ہو بلکہ عملی زندگی میں اس کو ہشاش بشاش رہنا چاہئے تاکہ کسی سفری تھکاوٹ اور پریشانی کا اظہار اس پر نہ ہو۔ یہ تب ہوتا ہے کہ طالب علم روحانی غذا سے لیس ہو کہ باطن کا تزکیہ ہو اسی حالت میں طالب علم کی راہ میں سب دشواریاں انسان خندہ پیشانی سے قبول کرتا ہے۔

پانچویں صفت :-

" ولا یعرفہ منا احد " کہ ہم میں سے کوئی اس کو نہیں پہچانتا تھا۔ اس سے اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ طالب علم کو کسی سے میل جول یا' تعلقات رکھنا مقصد کے حصول کے لئے رکاوٹ ہے۔ طالب علم کا تعلق محض اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے ہونا چاہئے۔ دنیا کے کسی رشتہ یا' تعلقات کو نبھانا طالب علم کا کام نہیں۔ ایسے تعلقات میں سارا وقت ضائع ہوتا ہے۔ ہمارے استاد حضرت مولانا محمد ہاروت نیر فرمایا کرتے تھے کہ طالب علم ایسا ہونا چاہئے کہ جس کا کوئی پتہ کسی کو معلوم نہ ہو تاکہ خطوط کے آنے جانے سے وقت ضائع نہ ہو۔ مہمان نہ آتے ہوں ایسا ہی کسی علاقائی یا'

قوی مسائل کا شکار نہ ہو یہ اس کی دلیل ہوگی کہ اس کے تمام تر توجہ علم پر مرکوز
یہی طالب علم کی کامیابی ہے کہ اس کا محبوب مشغلہ اور پیارا تعلق علم سے تام ہو

چھٹی صفت :-

پانچواں جملہ " حتی جلس الی النبی ﷺ " معنی یہاں تک
رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھ گئے - یہ جملہ طالب علم کے استقلال پر دلالت کر
کہ اس کے مزاج میں سنجیدگی اور استقلال ہونا چاہئے - بسا اوقات طالب علم " تنوع
" کا شکار ہوتا ہے جس مدرسہ میں سبق پڑھتا ہے - اس کو چھوڑ کر دوسرے مدارس
صفت میں گرفتار ہوتا ہے جس کے نتیجے میں دوسرے مدرسہ کی راہ اختیار کرلیتا ہے
پورے سال مدارس کے طواف میں پھرتا رہتا ہے کسی ایک جگہ اطمینان نصیب نہیں
اس لئے طالب علم جس مدرسہ میں داخلہ لے تو وہاں وفاداری سے رہنا اس کی خوبی
چنانچہ حضرت ابو ھریرۃؓ فرماتے ہیں جب میں نے ایک دفعہ مدرسہ نبویؐ میں داخلہ لیا
باہر نکلنے کا نام نہیں لیا - چنانچہ 5374 روایات آپ سے مروی ہے - طالب علم اللہ
کے پیارے پیغمبرؐ کا مہمان ہوتا ہے جب ایک شخص کسی بادشاہ کا مہمان ہو تو وہ بادشاہ
مہمانی میں تنگ نہیں ہوتا ہے تو حضور ﷺ کا مہمان بن کر خوش ہونا چاہئے -

ساتویں صفت :- چھٹا جملہ ہے کہ " فاسند رکبتیہ الی رکبتیہ " معنی
گھٹنوں کو حضور ﷺ کے گھٹنوں سے ملا کر بیٹھے یہ جملہ ادب و احترام کی تلقین
ہے - یہی طالب علم کے لئے بہترین سرمایہ ہے کہ اس کے دل میں ادب و احترام ہو
کی طرح مدرسہ کتاب کاادب و احترام بھی ضروری ہے - میرے خیال میں ادب کا
صرف ان تین تک محدود نہیں ہونا چاہئے بلکہ دین کی عظمت کو مدنظر رکھتے ہوئے
سے دین کا واسطہ ہو اس کی عظمت دل میں ضروری ہے - بے ادبی سے علم حاصل بھی
لیکن فیض نہیں ملتا ہے جو لوگ ادب و احترام والے تھے ان کے کم علمی نے دنیا کو
سیراب کیا اور بے ادبی کرنے والے علمی حقوق کے باوجود کوئی دینی خدمت سر انجام

۱۲۲ بقیہ صفحہ ۷ سے پر

فضائل و احکام عید الاضحیٰ

حضرت مولانا زین العابدین صاحب اعظمی

ذوالحجہ کا مبارک مہینہ شروع ہو گیا جس کے متعلق نبی کریم حضرت
ﷺ نے فرمایا :
شہرا عید لا ینقصان رمضان و ذوالحجۃ - (مسلم ترمذی)
عید کے دو مہینے ناقص نہیں ہوتے (1) رمضان (2) ذوالحجہ -
یعنی اگرچہ یہ مہینے انتیس دن کے ہوں مگر ان میں کئے ہوئے اعمال کا اجر مکمل
تیس دن کا ملے گا۔ اس مبارک مہینہ کے آداب و اعمال کو احادیث مبارکہ کی روشنی میں
بیان کیا جاتا ہے -

آداب ماہ ذوالحجہ

ذوالحجہ کا مہینہ شروع ہونے کے بعد مستحب ہے کہ آدمی نہ سر منڈائے نہ بال
کتروائے نہ ناخن ترشوائے خصوصاً جس کو قربانی کرنی ہو اس کے لئے اور زیادہ تاکید ہے

عن ام سلمۃ رضی اللہ عنھا زوج النبی ﷺ قال رسول
اللہ ﷺ من کان لہ ذبح یذبحہ فاذا اھل ھلال ذی الحجۃ فلا
یاخذن شعرہ ولا من اظفارہ شیئا حتی یضحی - (رواہ مسلم (2/160)
ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے
ارشاد فرمایا جس کو قربانی کرنی ہو اور ذی الحجہ کا چاند نظر آجائے تو وہ شخص اپنے بال نہ
کٹوائے اور نہ اپنے ناخن میں سے اس وقت تک کچھ ترشوائے جب تک قربانی نہ کرلے
اور جس پر قربانی واجب نہیں اس کے لئے ان چیزوں کا استحباب ایک دوسری
حدیث سے ثابت ہوتا ہے جس کو ہم (قربانی کے بدل) کے عنوان سے آگے لکھیں گے -

Scanned with CamScanner

2:- قربانی کی فضیلت

عن زید بن ارقم قال قالوا ! یا رسول اللہ ما ھذہ الا ضاحی
قال سنة ابیکم ابراھیم - قالو امالنا منھا؟ قال بکل شعرة حسنة
قالوا فالصوف یا رسول اللہ قال بکل شعرة من الصوف حسنة (ر
احمد 4/368)

وعن عائشة قالت قال رسول اللہ ﷺ ما عمل ابن آدم من
عمل یوم النحر احب الیه من اھراق الدم وانه لیاتی یوم القیامة
بقرونھا واشعارھا واظلافھا وان الدم لیقع من اللہ بمکان قبل ان
یقع بالارض فطیبوا بھا نفسا" - (رواہ الترمذی وابن ماجہ کما فی المشکوۃ)

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ یہ ق
کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا' تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے - لوگوں نے
ہم کو اس میں سے کیا ملتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا " ہر بال کے بدلے نیکی " لوگوں نے
بھیڑ کے اون کا کیا حکم ہے - آپ نے فرمایا " اون کے ہر بال کے بدلہ بھی نیکی ہے ۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے
دسویں ذی الحجہ کو آدمی جو بھی عمل کرے' خون بہانے (قربانی کرنے) کے عمل سے بڑھ
اللہ کو محبوب نہیں' قربانی کا جانور اللہ تعالیٰ کے پاس قیامت کے دن مکمل آئے گا ۔
سینگ' اپنے بالوں اور اپنے کھروں کو لے کر اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے
اللہ کے پاس ایک مرتبہ حاصل کرلیتا ہے - اس لئے قربانی خوش دل ہو کر کیا کرو - (
المصابیح بروایت ترمذی و ابن ماجہ)

3:- قربانی کا وجوب

عن ابن عمر قال قام النبی ﷺ بالمدینة عشر سنین
یضحی (رواہ الترمذی 1/182)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں
دس سال تک ہر قربانی کرتے رہے -
دس سال یہ قربانی ہجرت کے دوسرے سال شروع ہوئی اس لحاظ سے آنحضرت ﷺ نے
دس سال تک مسلسل قربانی کی اور قربانی نہ کرنے والوں پر عتاب بھی فرمایا -

وعن ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ رفعه من کانه له سعة ولم یضحی فلا
یقربن مصلانا - (رواہ ابن ماجہ کما فی جمع الفوائد)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مرفوعاً نقل کیا کہ جس کو وسعت ہو' پھر بھی قربانی
کرنے کا ارادہ) نہ کرے وہ ہرگز ہماری عید گاہ کے قریب نہ آئے - (جمع الفوائد بروایت
ابن ماجہ)

4:- فقراء کیلئے قربانی کا بدل

اگر کوئی شخص وسعت نہ رکھنے کی وجہ سے قربانی نہیں کرسکتا تو اللہ کے
رسول ﷺ نے اس کے لئے ایک نعم البدل بھی بتا دیا ہے - ملاحظہ ہو :

ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ رفعه امرت بیوم الاضحی عید
جعله اللہ لھذہ الامة قال له رجل : یا رسول اللہ ارایت ان لم اجد الا
منیحة انثی افاضحی بھا؟ قال : لا ولکن تاخذ من شعرک وتقلم
اظفارک و تقص شاربک وتحلق عانتک فذلک تمام اضحیتک
عند اللہ - (ابی داؤد 2/385) - (والنسائی کما فی جمع الفوائد 1/382)

ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے نقل کیا - آپ نے
فرمایا مجھے قربانی کے دن عید منانے کا حکم ہوا ہے - اس کو اللہ نے میری امت کے لئے
مقرر کیا ہے - ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ مجھ کو کسی شخص نے مادہ جانور دودھ پینے
کے لئے دیا ہے - اس کے سوا دوسرا جانور مجھ کو نہیں ملتا تو میں کیا اس کی قربانی کروں؟
آپ نے فرمایا نہیں اس کی قربانی مت کرو' لیکن تم اپنے بال کٹواؤ' ناخن ترشواؤ' مونچھیں
کترواؤ اور شرمگاہ کے بال مونڈ ڈالو - اللہ کے نزدیک تمہاری قربانی یہی مکمل ہو جائے گی -

Scanned with CamScanner

6:- جانوروں کی عمریں

جابر رضی اللہ عنہ عنه رفعه لا تذبحو الا مسنة الا ان يعسر عليكم فتذبحوا جذعة من الضان - (سنن ابی داؤ 2/386)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نقل کیا - آپ نے پوری عمر سے کم کا جانور مت ذبح کیا کرو لیکن اگر اس کا ملنا دشوار ہو تو بھیڑ (اون والے جانور) میں سے اکثر سال جانور ذبح کر سکتے ہو -

مسنة پوری عمر کا جانور، بکری میں سے پورے ایک سال کا (یا دو سال علی الاختلاف اللغۃ) گائے، بیل، بھینس وغیرہ اور اس کے اقسام میں دو سال کا اور اونٹ اس کے اقسام میں سے پانچ سال کا جانور " جذعة " وہ بھیڑ بکری کا بچہ جس پر سال نہ ہوا ہو لیکن سال کا اکثر حصہ گزر چکا ہو، اس میں سے صرف بھیڑ اور اس کی قسم کی عمر کا ذبح کرنا درست ہے - بشرطیکہ ایک سال کے بھیڑ کے بچوں میں ملتا جلتا ہو اور بچہ ایک سال سے کم ہو تو اس کی قربانی صحیح نہیں - جیسا کہ اوپر والی حدیث میں گزرا اذبحها ولا تصلح لغيرک -

عیب دار جانور

قربانی کے جانور کو عیب دار نہیں ہونا چاہئے - خوب دیکھ بھال کر جانور خریدیں اس لئے کہ بعض بعض عیوب ایسے ہیں کہ ان کے رہتے ہوئے قربانی صحیح نہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سنن کی کتابوں میں بہ الفاظ ذیل مروی ہے :

امرنا رسول اللہ رضی اللہ عنہ ان نستشرف العين والاذن ولا نضحی بمقابلة ولا مدابرة ولا شرقاء ولا خرقاء -

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم (قربانی کے جانور کی) آنکھ اور کان کو خوب غور سے دیکھ لیں اور یہ بھی ہمیں حکم دیا کہ سامنے سے کان کٹے ہوئے اور پیچھے سے کان کٹے ہوئے جانور کی قربانی نہ کریں اور نہ کان ٹوٹے ہوئے اور نہ چھدے ہوئے

اجتماعی ملکیت کے اصول و قواعد

ڈاکٹر نصیر احمد اختر

اجتماعی ملکیت

اجتماعی ملکیت سے مراد یہ ہے کہ " مملوکہ سے حق انتفاع صرف ایک فرد کو نہیں بلکہ تمام افراد امت کے لئے یہ حق انتفاع موجود ہے جس میں کوئی بھی ترجیح کا حقدار نہ ہو "

جب کسی چیز سے امت کے اجتماعی مفادات وابستہ ہوں تو اسے کسی ایک فرد کی ملکیت میں نہیں دیا جاسکتا جیسا کہ بڑی بڑی نہریں، دریا، سڑکیں، پل اور آبادی کے ارد گرد چراگاہیں اور بڑے بڑے پارک، فوجی ٹریننگ سنٹر وغیرہ - امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

" الفرات دجلة لجميع المسلمين فهم فيها شركاء " (1)

" فرات اور دجلہ تمام مسلمانوں کے لئے ہیں اور سب ان میں برابر کے حصہ دار ہیں "

ہاں اگر اجتماعی مفاد ختم ہو جائے تو حاکم وقت امت کے مفاد میں جو مناسب ہو وہ تصرف کرسکتا ہے مثلاً " ایک شارع عام تھی پھر دوسری شارع عام کے وجود سے اس کا مفاد ختم ہو گیا اور اب لوگ اسے استعمال نہیں کر رہے تو حاکم وقت اسے نیلام کرسکتا ہے اور وہ اس طرح انفرادی ملکیت کی طرف بھی منتقل ہو سکتی ہے - (2)

اس ضمن میں محمد قدری رحمہ اللہ کا قول ہے :

" الاراضی الاميرية التی يبيعها ولی الامر بمسوغ بيعها وتملک رقبتها للمشترين متی تحققت المصلحة فی بيعها تكون مملوكة رقبة ومنفعة لمشتريها " (3)

" وہ حکومتی زمینیں جنہیں حاکم وقت نیلام کر دے تو وہ خریداروں کی ملکیت بن جائیں گی جب ان کے نیلام میں مصلحت ہے تو وہ اصل منفعت خریدار کی ہوگی "

Scanned with CamScanner

اسی طرح مفاد امت کے تحت اگر انفرادی ملکیت کو اجتماعی ملکیت میں لیا جانا ضروری ہو جائے تو فرد سے عوضاً یا بلا عوض لی جاسکتی ہے اور مفاد عامہ کے لئے استعمال ہوگی کیونکہ اصول ہے :

" مصلحة الامة مقدم على مصلحة الفرد "

" ملی مفاد انفرادی مفاد پر مقدم ہے "

حکومت کا بجٹ و میزانیہ چونکہ صدقات و زکواۃ، ٹیکس اور حکومتی ملکیت سے وصولی پر مبنی ہوتا ہے لہذا مندرجہ ذیل وسائل پیداوار حکومت کی ملکیت ہوں گے۔

(1) ارض الفیئی (فئی کی زمین)

وہ علاقہ جو بغیر جنگ کے صلح کے ساتھ مسلمانوں کے زیر سایہ آئے اور شرائط صلح میں یہ طے ہو کہ ان زمینوں کی ملکیت مسلمانوں کی ہوگی۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فئی کی تعریف کچھ یوں کی ہے :

" انه عام لكل ما وقع من صلح بين الامام والكفار في اعناقهم وزرعهم وارضهم وفيما صلحوا عليه مما لم ياخذ المسلمون عنوة۔" (4)

" فئی ان تمام امور کو شامل ہے جو امام و کفار کے درمیان طے پائیں۔ چاہے ان امور کا تعلق ان کی اپنی ذات سے ہو یا زراعت / زمین وغیرہ سے اور جس پر بھی صلح ہو بشرطیکہ مسلمانوں نے اسے جنگ سے فتح نہ کیا ہو۔"

امام ابو عبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ نے فئی کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے :

" هو ما اجتبى من اموال اهل الذمة مما صولحوا عليه من جزية رؤسهم التي حقنت دماؤهم و حرمت اموالهم ومنه خراج الارضين التي افتتحت عنوة ثم اقر الامام في ايدي اهل الذمة على طرق يودونه ومنه وظيفة ارض الصلح التي منعها اهلها حتى صولحوا منها على خراج مسمى ومنه ما يوخذ من اهل الحرب

[illegible] بلاد الاسلام للتجارات فكل هذا من الفيئى " (5)

" جو مال اہل الذمہ سے طریق صلح پر حاصل ہو خواہ وہ جزیہ ہو جس کی بدولت ان کی جان و مال کو تحفظ ملا اور اسی قبیل سے اس زمین سے حاصل شدہ خراج بھی ہے جو [illegible] کے نتیجہ میں فتح تو ہوئیں لیکن امام وقت نے اسے ایک مقررہ رقم کے بدلے [illegible] [illegible] اور اسی قبیل سے ارض صلح سے حاصل شدہ خراج بھی ہے جس پر ایک مقررہ [illegible] کے عوض صلح ہو اسی طرح جو بھی اہل حرب سے لیا جائے جب وہ بغرض تجارت [illegible] اسلام میں داخل ہوں ۔۔۔۔۔ یہ سب کی سب فئی کی اقسام و انواع ہیں "

ان مذکورہ تعریفوں سے یہ بات واضح ہوئی کہ ہر وہ زمین جو کفار سے حاصل ہو [illegible] ان کی جلا وطنی کی صورت میں یا اس شرط پر صلح ہو کہ زمین کی ملکیت مسلمانوں کی [illegible] خواہ نتیجہ جنگ کے طور پر مسلمانوں کے زیر سایہ آئی لیکن امام وقت نے مجاہدین کے درمیان تقسیم کرنے کی بجائے مفاد عامہ کے لئے روک رکھی تو یہ سب کی سب [illegible]ت کی ملکیت ہوگی جیسا کہ خود آنحضرت نے فدک، وادی القریٰ اور خیبر کا نصف [illegible]ت کے لئے رکھا۔ (6)

(2) وہ اراضی جو [illegible] و قتال سے حاصل ہوں

ایسی اراضی کی ملکیت میں فقہ اسلامی میں دو آراء نظر آتی ہیں

(1) امام وقت کو اختیار ہے کہ امت مسلمہ کے مفاد میں جو اولیٰ و افضل ہے [illegible] کرے اگر مناسب ہو تو غنیمت کی طرح خمس نکال کر باقی مال مجاہدین کے [illegible] دے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح خیبر کے موقع پر زمین کا [illegible] [illegible] بعد ازاں یہود خیبر سے مناصفت (پیداوار میں سے نصف نصف) کا معاہدہ [illegible] تا آنکہ جب حضرت عمرؓ نے یہود خیبر کو جلا وطن کردیا تو خیبر میں جن کا حصہ [illegible] سب کے ان کے سپرد کردیا۔ (7)

[illegible] مناسب خیال کرے تو اجتماعی ملکیت قرار دے جیسا کہ حضرت عمرؓ [illegible] ایک طویل بحث و مباحثہ اور ایک کمیٹی قائم کرنے کے بعد [illegible]

اجتماعی ملکیت قرار دیا - (8)

(ب) دوسری رائے یہ ہے کہ زمین بھی بقیہ اموال کی طرح غنیمت ہے اور ا
وقت کا فریضہ ہے کہ خمس 1/5 کے بعد باقی زمین مجاہدین و غانمین میں تقسیم کردے۔
اگر بیت المال کو اس کی ضرورت ہو تو پھر ان مالکوں سے عوضاً" یا بلا عوض واپس لی جا
ہے۔ اگر واپس لے لے تو اجتماعی ملکیت قرار پائے گی وگرنہ جس کو مل گئی اس کی انفر
ملکیت ہے۔

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہوازن کے قیدیوں کے متعلق ارشاد فرمایا
جو بخوشی واپس کردے وہ واپس کردے اور جو بخوشی واپس نہ کرے وہ بھی یہ قیدی وا
کردے اور اب جو پہلے قیدی حاصل ہوں گے ان سے اس شخص کو یہ بھی ادا کردیا جا
(9)۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے بھی متعدد روایات سے ثابت ہے کہ انہوں
سواد (عراق) کا علاقہ غانمین میں تقسیم کردیا تھا جیسا کہ ابن مغرب کا قول ہے:

" ان عمر قسم السواد بين اهل الكوفة ما صاب كل رج
منهم ثلاثة فلاحين- " (10)

" حضرت عمر نے سواد جگہ کو اہل کوفہ کے درمیان تقسیم کردیا اور ہر شخص
حصہ میں تین ہاری آئے۔"

اسی طرح فتح عراق کے لشکر میں بجیلة قبیلہ کی تعداد چوتھائی (1/4) ت
ان کو چوتھائی سواد دیا گیا اور یہ تین چار سال تک کاشتکاری کرتے رہے - (11)

جریر بن عبداللہ کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب ؓ نے مجھے طلب
میرے سواد کے حصہ کی زمین کی قیمت اسی سے اوپر دینار دیئے - (12)

اسی طرح ایک خاتون کو اس کے والد کے حصہ کا معاوضہ ادا کیا گیا ہے۔ (1

امام ابن حزم نے ایک تفصیلی مناقشہ کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ حضر
بن الخطاب ؓ نے سواد کو تقسیم تو کردیا تھا بعد میں کسی نے اپنا حصہ بلا معاوضہ واپس کیا
کسی نے قیمتاً" واپس کردیا۔

ان اصح ما جاء عن عمر فی ذلک انه لم یوقف حتی
ستطاب نفوس الغانمين وورثة من مات منهم و هذا الذی لا یجوز
بعض بعمر غیره (14)

" اصح ترین جو حضرت عمرؓ سے منقول ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے سواد اس وقت
تک وقف قرار نہیں دیا تا آنکہ غانمین اور متوفین کے ورثہ نے دلی طور پر قبول نہ کرلیا۔
حضرت عمرؓ کے متعلق کچھ نہیں سوچا جاسکتا۔"

کے علاوہ
نووی کی بھی یہی رائے ہے کہ

" الصحيح المنصوص ان عمر بن الخطاب فتح سواد عنوة
وقسمه بين الغانمين ثم استطاب قلوبهم و استرده " (15)

" حضرت عمر بن الخطاب سے صحیح منقول یہی ہے کہ انہوں نے سواد (عراق) کو
فتح کیا اور غانمین میں تقسیم کردیا بعدازاں انہیں راضی کرکے واپس لے لیا۔"

مذکورہ بالا دلائل و مناقشہ سے جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ کہ جب حضرت عمر
بن الخطاب نے مختلف محکمے قائم کئے اور تنخواہ دار فوج تشکیل دی' ڈاک کا نظام متعارف
کرایا' ان جملہ موظفین کی تنخواہ اور دیگر اخراجات کے لئے بیت المال کے پیداواری
اموال میں اضافہ ناگزیر تھا' لہذا ان اخراجات کو پورا کرنے کے لئے حضرت عمرؓ نے وقف
کی اسکیم متعارف کرائی اور فرمایا کہ جو چاہے بخوشی اپنا حصہ وقف کردے اور جو وقف نہ
کرنا چاہے وہ قیمتاً" بیت المال کے سپرد کردے کیونکہ اجتماعی مفاد انفرادی مفاد پر مقدم ہے تو
پورا سواد (عراق) کا علاقہ اجتماعی ملکیت قرار پایا - اور اس کی جملہ آمدن بیت المال میں
جمع ہونا شروع ہوگئی۔

انفرادی ملکیت کو اجتماعی مفاد کیلئے خریدنا

بیع و شراء ایک فرد سے دوسرے کی طرف نقل ملکیت کا ایک بہت ہی معروف
ذریعہ ہے تو اگر کبھی مصلحت عامہ کا تقاضا ہو تو افراد سے ان کی ملکیت حکومت وقت
خرید سکتی ہے اور یوں یہ انفرادی ملکیت سے اجتماعی ملکیت کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ فرد
... نہیں کہ وہ بیع سے انکار

اسی اصول کے مطابق حضرت عمرؓ نے جب اہل الذمہ کو جزیرۃ العرب سے جلا
وطن کرنے کا فیصلہ کیا تو ان سے ان کی مملوکہ اراضی خرید لیں اور انہیں ان کی قیمت ادا
کردی - جیسا کہ حضرت عمرؓ نے یہود فدک کا حصہ ساٹھ ہزار درہم (60000) میں خریدا
اور وادی القریٰ کے یہود سے ان کا حصہ نوے ہزار دینار (90000) میں خریدا - (16) اور
یہ علاقہ جات اجتماعی ملکیت قرار پائے اور ایسے ہی اہل نجران سے ان کو جلا وطن کرتے
ہوئے ان کے اموال خرید لئے - (17)

ایسے ہی حرم مکی و مدنی کی توسیع کی غرض سے قرب و جوار کے مکانات حضرت
عمرؓ و عثمانؓ نے خرید کئے - (18) تو یوں حرمین کی جب بھی توسیع کی ضرورت سامنے آئی
حکومت وقت نے قرب و جوار کے مکانات خریدے اور یہ علاقہ حرم کا حصہ قرار پایا اور
انفرادی ملکیت سے اجتماعی ملکیت میں ضم ہوگئے جس پر آج تک پوری امت کا اجماع ہے

(4) حکومت وقت کی غیر آباد زمینوں کی آباد کاری سے ممانعت

اگر حکومت وقت غیر آباد علاقوں کی آباد کاری سے روک دے اور یہ حکم صادر
کردے کہ کوئی بھی فرد حکومتی اجازت کے بغیر کوئی غیر مملوکہ و غیر آباد زمین کو آباد نہیں
کرسکتا تو حکومت وقت کو یہ حق حاصل ہے بلکہ دور حاضر کے لئے تو بہت ہی مناسب ہے
تاکہ آباد کاری بذات خود جنگ و قتال کا سبب نہ بن جائے جیسا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے
ہاں آباد کاری کے لئے حاکم وقت کی اجازت لازمی شرط ہے - (19) اور کئی ایک ممالک نے
ایسی قراردادیں پارلیمنٹ سے پاس کرا رکھی ہیں کہ کوئی فرد حکومت وقت کی اجازت کے بغیر
آباد کاری کا حق نہیں رکھتا - مصری قانون میں آرٹیکل 874 یوں ہے :

" ان الا راضی غیر المزروعة التی لا مالک لها تکون ملکا
للدولة وانه لا یجوز تملک هذه الا راضی او وضع الید علیها الا بترخیص من الدولة " (20)

" ایسی غیر آباد زمینیں جن کا کوئی مالک نہیں ہے حکومت کی ملکیت ہیں
کسی فرد کو اجازت نہیں کہ ان زمینوں کا مالک ہو یا ان پر قبضہ کرے تا وقتیکہ حکومت سے
اجازت حاصل کرلے "

ایسے امور میں حکومت وقت کی خلاف ورزی صحیح نہیں بلکہ قانون کی پاسداری
کرنی چاہئے -

(5) افراد امت اجتماعی مفاد میں اپنی مملوکہ وقف کرسکتے ہیں بلکہ جب یہ آیت نازل
ہوئی کہ :

" لن تنالو البر حتٰی تنفقوا مما تحبون " (21)

" نیکی کے حصول کے لئے محبوب ترین اراضی وقف کردیں اور خود ملکیت سے
دست بردار ہو گئے - جیسا کہ ابو طلحہؓ نے بیرحاء (باغ) وقف کردیا - (23) بنو نجار نے
مسجد نبوی کے لئے زمین وقف کردی - (23) اور حضرت عمرؓ بن الخطاب نے اپنا خیبر کا حصہ
وقف کردیا - (24)

(6) لاوارث کی ملکیت

لاوارث کی جائیداد بھی اجتماعی ملکیت قرار پائے گی جیسا کہ تمام فقہاء اس پر متفق
ہیں کہ اگر زوجین میں ایک فوت ہو جائے اور ان کا کوئی وارث نہ ہو اور ان کی آپس میں
کوئی اور رشتہ داری بھی نہ ہو تو زندہ کو اس کا حصہ دے کر باقی بیت المال میں جمع ہو
جائے گا - (25)

عہد رسالت و دور صحابہ میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ کوئی شخص لاوارث فوت
ہوا ہو - امام ابن تیمیہ کا قول ہے :

" ماکان یموت فی عهده میت الاوله وارث معین لظهور
الانساب فی الصحابة " (26)

" عہد رسالت میں ہر میت کا کوئی نہ کوئی وارث ضرور ہوتا تھا کیونکہ صحابہ کے
مابین انساب معروف تھے ۔"

یہ مذکورہ چھ اصول قواعد ہیں جن سے اجتماعی ملکیت حاصل ہو سکتی ہے اور امت
مسلمہ کے تمام افراد اس سے حق انتفاع رکھتے ہیں' ان کے جملہ فوائد تمام افراد کی مصالح
کے لئے خرچ ہوں گے ۔

Scanned with CamScanner

حوالہ جات

(1) کتاب الخراج از قاضی ابو یوسف، ص 98,97

(2) المدخل الی نظریۃ الالتزام لمصطفیٰ الزرقا، ص 266

(3) مرشد الحیوان لمعرفۃ احوال الانسان از محمد قدری، ش

(4) المنصف لعبد الرزاق الصنعانی، ص 310 ج 2

(5) کتاب الاموال از ابو عبید قاسم بن سلام ص 21

(6) الکامل فی التاریخ لابن الاثیر الجزری، ص 294 ج 2

(7) کتاب الخراج از یحیٰی بن آدم القرشی، ص 39

صحیح مسلم، مسلم بن الحجاج القشیری ص 209 ج 10

فتوح البلدان، احمد بن یحیٰی البلاذری ص 40،38

(8) کتب الخراج ابو یوسف ص 35

(9) تاریخ الامم والملوک محمد بن جریر الطبری ص 88 ج 3

(10) المصنف، عبداللہ بن محمد ابن ابی شیبہ ص 339 ج 12

(11) کتاب الخراج ابو یوسف ص 35

(12) الام، الشافعی محمد بن ادریس ص 279 ج 2

(1. کتاب الاموال ابو عبید قاسم بن سلام ص 63

(1 المحلی بالاثار لابن حزم علی بن احمد ص 571 ج 7

(روضۃ الطالبین للنووی، یحیٰی بن شرف الدین ص 275 ج

(السنن الکبریٰ للبیہقی، ابو بکر احمد بن حسین ص 135 ج 6

الکامل فی التاریخ للجزری ص 294 ج 2

اخبار مکۃ للازرقی، محمد بن عبداللہ ص 68 ج 2

کتاب الخراج ابو یوسف ص 64

المدخل فی التعریف بالفقہ الاسلامی قواعد الملکیۃ

المعقود فیہ ص 387

(2 القرآن الکریم 3/97

(2 الجامع الصحیح للبخاری، محمد بن اسماعیل ص 396 ج 5

(22 ایضاً

(23 ایضاً

(24 مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم ص 276 ج 28

(25 مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم ص 277 ج 28

(بشکریہ محدث لاہور)

بقیہ صفحہ ۲۲ کا

راوی نے اپنے استاد سے ان عیبوں کی تفصیل پوچھی تو ان کے شیخ نے جواب دیا

المقابلة ماقطع طرف اذنها " مقابلہ " وہ جانور ہے جس کے کان کا ... کٹا ہوا ہو۔

والمدابرة ماقطع جانب اذنها " مدابرہ " وہ جانور جس کے کان کی ایک ... کٹی ہوئی ہو۔ والشرقاء المشقوقة " شرقا " وہ جانور جس کا کان بیچ سے چیرا ہوا ... والخرقا المثقوبة " خرقا " وہ جانور جس کے کان میں سوراخ کردیا گیا ہو۔

اس کے علاوہ " العجفاء " پاؤں ٹوٹا ہوا اور اتنا لنگڑا جو منحر تک نہ جاسکے اور ... جس کی ہڈیوں میں گودا نہ ہو اور کچھ دوسرے عیوب بھی بتائے گئے ہیں ان ... کی تفصیلات علماء کرام سے معلوم کرلینی چاہئے کہ خدانخواستہ پیسہ بھی خرچ ہو جائے ... صحیح نہ ہونے کی وجہ سے اجر بھی نہ ملے بلکہ ایک واجب کے چھوٹنے کا وبال پڑ

اہل مدارس توجہ فرمائیں

"وفاق المدارس" کی طرف سے چند ضروری اعلانات :

"وفاق المدارس العربیہ پاکستان" کی مجلس عاملہ نے اپنے حالیہ اجلاس منعقدہ ۷ ذی قعدہ ۱۴۱۹ھ میں جو اہم فیصلے کئے ہیں ان میں سے مدارس سے متعلق فیصلوں کا خلاصہ درج ذیل ہے۔ تمام ارباب مدارس سے ان کی پابندی کی درخواست ہے :

بنات کے لئے تحتانی سندات کا اجراء :

جن فاضلات کے پاس فوقانی درجہ کی اسناد ہوں اور وہ تحتانی سندات کی خواہشمند ہوں تو درج ذیل شرائط پوری ہونے کی صورت میں وہ تحتانی اسناد حاصل کر سکتی ہیں :

(الف) تحتانی نصاب باقاعدہ پڑھا ہوا ہو۔

(ب) متعلقہ ادارہ اس کی تصدیق کرتا ہو۔

(ج) فوقانی سند اس وقت کی جاری کردہ ہو جب تحتانی اسناد کی شرط نہیں تھی۔

متوسطہ کے سال اول و دوم کا نصاب :

متوسطہ کے سال سوم کا نصاب "وفاق" کی طرف سے مطبوعہ ہے۔ سال اول و دوم کا نصاب "وفاق" کی طرف سے طبع نہیں۔ اہل مدارس حسب سابق مقررہ نصاب پڑھاتے رہیں۔

نصاب کمیٹی کے لئے آراء و تجاویز :

نئی نصاب کمیٹی کا اجلاس محرم الحرام ۱۴۲۰ھ میں منعقد ہو رہا ہے۔ نصاب میں اصلاح و ترمیم کے لئے اپنی مدلل آراء و تجاویز ۲۰ ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ تک دفتر "وفاق" کو ارسال فرمائیں تاکہ اجلاس میں انہیں زیر بحث لایا جا سکے۔

غیر ملکی اسناد سے معادلہ :

غیر ملکی طلبہ کی اسناد کا "وفاق" کی اسناد سے "معادلہ" کا اصولی فیصلہ کر دیا گیا ہے۔ متعلقہ سند اور اس کا نصاب "وفاق" کے کس درجہ کے مساوی ہے اس کا فیصلہ "معادلہ کمیٹی" کرے گی۔ "وفاق" کی اسناد بھی بیرونی اداروں میں معادلتہً قبول کی جائیں اس کے لئے کوشش کی جا رہی ہے۔

ابوداؤد شریف میں ناکام طلبہ کے لئے :

ابوداؤد شریف کے پرچہ سال ۱۴۱۹ھ میں جن طلبہ کے نمبر صفر ہیں۔ نظرثانی کی درخواست دینے پر ان کے دوسرے پرچوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اوسط نمبر دینے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

پنجاب، سرحد اور آزاد کشمیر کے مدارس کی مجلس عمومی کے اجلاس :

صوبہ پنجاب، سرحد اور آزاد کشمیر کے "وفاق" سے ملحقہ مدارس کی "مجلس عمومی" کے اجلاس اپریل ۱۹۹۹ء کے آخری عشرہ میں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ پنجاب کے مدارس کے اجلاس ملتان اور لاہور میں منعقد ہوں گے (تاریخ کا اعلان بعد میں کیا جائے گا)۔ جبکہ سرحد کے اجلاس ۲۰ اپریل کو بنوں اور ۲۱ اپریل کو مردان میں ہوں گے اور آزاد کشمیر کے مدارس کا اجلاس ۲۲ اپریل کو "باغ" میں ہو گا۔

ناکام طالب علم کے لئے مدت امتحان کی تحدید :

آئندہ کسی مضمون میں ناکام طالب علم زیادہ سے زیادہ تین سال تک شریک امتحان ہو سکتا ہے۔ تین سال کے بعد تمام پرچوں کا امتحان دوبارہ دینا ہوگا۔

داخلہ کی تاریخوں میں تقدیم :

دفتری کارروائی کی بروقت تکمیل کے لئے آئندہ سال سے داخلہ کی تاریخیں مقدم کر دی گئی ہیں۔ آئندہ عام فیس کے ساتھ داخلہ فارم یکم ربیع الاول تا ۱۵ ربیع الثانی اور دگنی فیس کے ساتھ ۱۶ ربیع الثانی سے ۳۰ ربیع الثانی تک وصول کئے جائیں گے۔ اس کے بعد کوئی داخلہ فارم قبول نہیں کیا جائے گا۔

Scanned with CamScanner

دوسرے دن دفتر تعلیمات میں نتیجہ جمع کرا دیتے اور دس بجے کامیاب طلبہ کی فہرست نوٹس بورڈ پر آویزاں کرکے انہیں مقررہ تاریخ پر انٹرویو کے لئے اپنے سرپرست حضرات کے ساتھ حاضری کے لئے بلایا جاتا۔

○ جامعہ کی مجلس تعلیمی نے گزشتہ سال اپنے اجلاس منعقدہ جمادی الاخریٰ 1419ھ میں فیصلہ کیا تھا کہ تعلیمی سال نمبر سات کے لئے کل ایک سو ساٹھ طلبہ کو داخلہ دیا جائے گا مگر طلباء کی کثرت' قابلیت' طلباء اور ان کے سرپرستوں کے جذبہ دینی اور شدید اصرار سے مجبور ہو کر مقررہ تعداد سے بہت زیادہ یعنی 200 طلباء کو داخلہ دینا پڑا۔ جس کے ساتھ طلباء کی رہائش گاہوں کی کمی کے باعث چالیس طلباء جامعہ کی مسجد میں سوتے ہیں۔ اس اعتبار سے جامعہ کے مستقل طلباء کی تعداد 160 ہے اور چالیس طلباء منتظریق کی فہرست میں شامل ہیں۔

○ اوسطاً" حاصل کردہ سے میرٹ لسٹ تیار کی گئی جس میں سے گیارہ طلباء کو انٹرویو کے لئے بلایا گیا۔ داخلہ کے لئے ملک کے طول و عرض سے کثیر تعداد کے فضلاء نے رابطہ کیا تاہم داخلہ کے امتحان میں کل 29 فضلاء شریک رہے جن میں قابلیت کے معیار پر گیارہ شرکاء کو انٹرویو کے لئے بلایا گیا۔ مجموعی طور پر آٹھ طلباء کا داخلہ منظور ہوا جبکہ تین شرکاء گزشتہ سال کے فضلاء سے دوسرے سال میں مقالہ لکھنے میں مصروف ہیں۔

○ درجہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء میں داخلے کا امتحان 12 شوال بروز پیر ہوا۔

○ مجلس تعلیمی نے اپنے اجلاس منعقدہ جمادی الاخری 1418ھ میں ساتویں تعلیمی سال سے ایک اور درجے یعنی درجہ سابعہ (دورہ صغریٰ) کے اضافے کی تجویز دی تھی جس کے شوریٰ نے اپنے اجلاس میں توثیق کردی تھی۔ چنانچہ اس فیصلے کے مطابق درجہ سابعہ کا آغاز کردیا گیا۔ اللہ تعالیٰ جامعہ کو مزید ترقی نصیب فرمائے۔

○ گزشتہ سالوں میں جامعہ میں اساتذہ کی کمی کی وجہ سے اسباق کا بوجھ اساتذہ پر زیادہ محسوس کیا جاتا رہا اب چونکہ درجہ سابعہ کا اضافہ بھی ہوا۔ اس لئے مزید اساتذہ

سہم ۱

...کا تقرر ناگزیر تھا۔ مجلس تعلیمی کی تجویز پر شوریٰ نے اپنے اجلاس میں اس کی منظوری بھی دی گئی تھی۔ چنانچہ امسال مولانا احسان الحق صاحب اور مولانا عبدالقہار صاحب جامعہ میں نئے اساتذہ مقرر ہوئے۔ دونوں حضرات دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے بہترین فضلاء ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کا تقرر خود ان کے لئے اور جامعہ کے لئے مبارک اور باعث خیر و برکت بنائے۔

بقیہ صفحہ ۲۶ سے

...قاصر ہے۔

نویں صفت :-

ساتواں جملہ " ووضع یدیه علی فخذیه " ایک توجیہ یہ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے نبی علیہ السلام کے ران مبارک پر اپنے ہاتھ رکھ دیئے۔ یہ شاگرد کا اپنے استاد سے گہرے تعلق اور رابطے کی دلیل ہے۔ طالب علم کا جب اپنے استاد کے ساتھ گہرا تعلق ہو تو اس کی علمی کمالات شاگرد پر کھولیں گے۔ ہم سب طالب علم ہیں۔ ہمیں یہی خوبیاں اپنا کر ایک بہترین طالب علم بننا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمائے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ○

Scanned with CamScanner

REGD.NO.P-402
MONTHLY AL ASR PESHAWAR

" جامعہ عثمانیہ پشاور " جیسے نوخیز دینی اور تربیتی ادارے کے ساتھ آپ جیسے بے لوث خدام دین کا
پ کی علم دوستی اور خدا ترسی کی دلیل ہے - خدا کرے کہ یہ نظر اتفاق حسن انتخاب ثابت ہو اور
جامعہ کی خدمت کی نادیر سرپرستی نصیب ہو -

علمی دنیا کے اس طویل سفر میں جامعہ کا پروقار اور حوصلہ افزاء قدم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور
بے لوث خدام دین کی توجہات کا نتیجہ ہے - بحمد اللہ موقوف علیہ تک وفاق کے نصاب کے مطابق
کے جملہ درجات کی پڑھائی اور درجہ " تخصیص فی الفقہ الاسلامی والافتاء " کا اجراء جامعہ کی تعلیمی
کل ہے جبکہ موجودہ جگہ میں پندرہ کمروں کے دو منزلہ ہاسٹل کے اضافے کے علاوہ چراٹ روڈ علاقہ
بی پر چھپن کنال یعنی چودہ جریب زمین کا وقف' اس کی چار دیواری اور دو ہزار طلباء کے مجوزہ
کے مراحل سے گزرنا درخشاں مستقبل کی علامت ہے -

پ کے علم میں ہوگا کہ جامعہ کے تعلیمی اور تعمیراتی منصوبوں پر غور و خوض اور معقول رائے
عمل کروانے کے لئے فنی ماہرین' مخلصین رفقاء کار اور نامور علماء پر مشتمل ایک جماعت "
" کے نام سے قائم ہے جس کا ہر سال باقاعدہ اجلاس بلا کر آئندہ قدم لینے کی منظوری لی جاتی
تعلیمی سال نمبر 7 کے لئے مجلس شوریٰ نے 11 اکتوبر 1998ء کے ساتویں سالانہ منعقدہ اجلاس
اساتذہ درجہ موقوف علیہ کے اجراء اور موجودہ ایک سو تیس کی فہرست میں تیس مزید طلباء کے
بلہ کیا ہے جس کی بناء پر تعمیرات' کتب کی خریداری' تنخواہ' بجلی' مطبخ اور دیگر اخراجات کے لئے
2811080 لاکھ (اٹھائیس لاکھ گیارہ ہزار اسی روپے) کے مجوزہ بجٹ کی منظوری دی ہے -
اگرچہ انسانی سوچ کے مطابق ایک ایسے ادارے کے لئے جس کے مستقل ذرائع آمدنی نہ ہوں یہ
محال ہے لیکن قادر مطلق کی قدرت کاملہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اس میں کوئی مشکل نہیں خدا
قسام ازل نے آپ کی حلال آمدنی میں اس عظیم دینی مشن کی سربلندی اور کامیابی سے ہمکنار
لئے کچھ حصہ مقرر کیا ہو جس کی طرف توجہ دینا آپ کا فریضہ ہے - اس لئے جامعہ ہذا کو زکواۃ
طلبات کا بہترین مصرف سمجھتے ہوئے اپنی توجہات کی فہرست میں جگہ دے کر کسی اہم موقع پر محروم
خوداور زیر اثر حلقہ میں جامعہ کے ساتھ تعاون کی ترغیب دلانے میں آپ " الدال علی
کفاعلہ " یعنی نیکی کی رہبری خود نیکی ہے کا ثواب کما سکتے ہیں -

اللہ تعالیٰ ہمارا اور آپ کا حامی ہو -

آپ کا خیر اندیش
مفتی غلام الرحمٰن
مہتمم جامعہ عثمانیہ

اکاؤنٹ نمبر
بینک سنہری مسجد روڈ پشاور صدر

ترسیل زر کا پتہ :- مہتمم جامعہ عثمانیہ پشاور پوسٹ بکس نمبر 1209
عثمانیہ کالونی نو تعمیہ روڈ پشاور صدر صوبہ سرحد پاکستان

توابل الادم
بنوں برانڈ ٹریڈ مارک معیار میں اعلیٰ
۱۶ سولہ اجزاء مجموعہ
بنوں
سالن مصالحہ
مرچ سرخ، دھنیا، ہلدی، لہسن، میتھی، زیرہ، کالی مرچ
دارچینی، جلوتری، الائچی کلاں، امچور، انار دانہ، تیز پتہ
جائفل، لونگ، اور ٹماٹر پاؤڈر
تیارکردہ :- حاجی مقبول الرحمٰن، شاقیاز خان
گل آباد کالونی دلہ زاک روڈ پشاور - پاکستان

گرامی قدر جناب ________ صاحب زید مجدکم

عید الاضحیٰ کے مبارک موقعہ پر

جامعہ عثمانیہ پشاور

کو نہ بھولیں۔ قربانی کا گوشت خود کھائیں، رشتہ داروں اور دوستوں کو کھلائیں۔ اور قربانی کی کھال یا اس کی قیمت جامعہ عثمانیہ کو دے کر مہمانان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سرپرستی فرمائیں تاکہ آپ کی ادنیٰ توجہ سے یہ عظیم ادارہ اپنا علمی سفر جاری رکھ سکے۔ اور آپ بھی اس ادارہ کے دینی ..... مساعی میں شریک ہوں

برائے رابطہ
شعبہ مالیات

جامعہ عثمانیہ، عثمانیہ کالونی، لوتھیہ روڈ پشاور صدر
فون نمبر: ۲۷۳۵۶۱